ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

حیاتِ اِمامِ برحق

مولانا عبد الرشید غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات

تالیف

معین الدّین شامی

نوائے غزوۂ ہند

مطبوعات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

نامِ کتاب	حیاتِ امامِ برحق: مولانا عبد الرشید غازی شہید
مؤلف کا نام	معین الدین شامی
تاریخِ اشاعت	۱۹ محرم الحرم ۱۴۴۷ھ / ۱۵ جولائی ۲۰۲۵ء
ناشر	ادارہ نوائے غزوۂ ہند
برقی پتہ برائے رابطہ	editor@nghmag.com

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

حیاتِ اِمامِ برحق

مولانا عبدالرشید غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحِ حیات

تالیف
معین الدین شامی

نوائے غزوۂ ہند
مطبوعات

فہرست

حرفِ اول ۹

تاریخی حوالہ جات ۱۰

انتساب ۱۰

ولادت، خاندان اور آبائی علاقہ ۱۲

جدِ امجد اور آبائی علاقہ ۱۲

خاندان و قبیلہ ۱۲

والدِ گرامی: مولانا محمد عبد اللہ غازی حیات و خدمات پر ایک طائرانہ نظر ۱۳

غازی صاحب کی ولادت ۱۸

تعلیم، پیشہ ورانہ زندگی اور دین کی طرف خصوصی رغبت ۱۹

منصبِ امامت ۲۲

تدریس اور اہتمامِ مدارس ۲۳

مجاہدین کی نصرت ۲۴

حق گوئی، وانا فتویٰ ۲۴

وانا آپریشن کے بارے میں پاکستان کے علماء کا متفقہ فتویٰ ۲۸

مفتی نظام الدین شامزئی شہید کا فتویٰ ۳۴

کوہاٹ کے مفتیان کا فتویٰ ۳۴

دار العلوم اکوڑہ خٹک کے مفتیانِ کرام کا فتویٰ ۳۴
اس فتوے کے بعد کیا ہوا؟ ۳۵
حقائق یہ ہیں، از قلم مولانا عبد الرشید غازی ۳۶
امر بالمعروف و نہی عن المنکر ۳۷
مساجد کی شہادت ۳۸
فحش ویڈیوز کی کیسٹوں اور سی ڈیوں کا نذرِ آتش کیا جانا ۴۰
فحاشی کی سوداگر عورت کی تادیب ۴۰
چینی مساج سینٹر ۴۱
حکومت کی ہٹ دھرمی و ظلم اور غازی صاحب کا ردِّ عمل ۴۲
نفاذِ اسلام کی کوششیں ۴۵
اسلام ہی اس ملک کا سامانِ بقا ہے! ۴۶
اسلام کی دستک ۴۷
'اسلام آباد کے دروازوں پر "اسلام" کی دستک' از قلم مولانا عبد الرشید غازی ۴۸
جمہوری نظام کا فساد ۵۳
علمائے کرام کو دعوت ۵۵
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق ۵۶
میں کھٹکتا ہوں دلِ 'شیطان' میں کانٹے کی طرح ۵۸

آپریشن سائلنس ٦١

شہادت ٦٤

شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مومن ٦٤

روحِ قدسی جانبِ جنت روانہ ہوتی ہے ٦٦

جنازہ اور تدفین ٦٨

کرامت ٦٩

مشاہیر و قائدینِ امت کے غازی صاحب اور آپ کی تحریک کے متعلق فرمودات ٧١

شیخ اسامہ بن لادن ٧١

شیخ ایمن الظواہری ٧١

شیخ حسن قائد ابو یحییٰ اللیبی ٧٥

استاد محمد یاسر ٧٨

اہلِ کفر کے تاثرات ٨٠

بعض صفاتِ حمیدہ ٨١

استقامت علی الحق ٨١

غیرتِ ایمانی ٨٢

صحافی کو شراب سے ممانعت کی نصیحت ٨٤

میڈیا پر حکمت سے بات ٨٤

شجاعت ۸۵
ایک ذاتی ملاقات ۸۶
اختتامیہ ۸۸
آخری پیغام ۸۸
علمائے کرام کی مجلس میں خطاب ۸۹
وصیت نامہ علامہ عبدالرشید غازی شہید ۱۰۲
مصادر و مراجع ۱۰۵
وانا فتویٰ پر دستخط کرنے والے علماء ۱۰۶

حرفِ اول

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفىٰ والصلاة والسلام على رسول الله، أما بعد!

پہلی بار ۲۰۲۰ء کے نصفِ اول میں عزم کیا کہ امامِ برحق، مجاہدِ کبیر، شہیدِ اسلام، حضرت مولانا عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح لکھی جائے۔ پھر اللہ کی توفیق سے یہ سوانح جون ۲۰۲۰ء میں لکھنی شروع کی اور ۲۰۲۰ء کے ستمبر میں بخیر تمام پائی۔ اس کی پہلی صورت قسط وار مجلّہ نوائے غزوۂ ہند میں شائع ہوئی۔ اس مختصر سوانح کو لکھنے کا خیال کئی وجوہات کی بنا پر ذہن میں جگہ بنا گیا تھا۔

- اولاً، تو راقم کی ایک زمانے سے خواہش ہے کہ پچھلے سو سال میں گزرے بعض مشاہیر اسلام جن سے مجھے ایک ذاتی تعلق بھی محسوس ہوتا ہے اور جن کے متعلق یا تو لکھا گیا ہی نہیں ہے یا پھر اردو زبان میں کم از کم ان کی کوئی مختصر سی سوانح بھی موجود نہیں کے متعلق لکھا جائے، اور غازی صاحب ان شخصیات میں سے ایک ہیں جن کی حیات و خدمات سے مجھے ذاتی لگاؤ ہے۔ بلکہ غازی صاحب ایسی شخصیت ہیں کہ جن سے مجھ جیسے کا ذاتی لگاؤ ایسا ہی ہے جیسے سردیوں میں سورج کی تپش کے متعلق کوئی کہے کہ یہ مجھے ذاتی طور پر پسند ہے۔
- ثانیاً، غازی صاحب ایسی شخصیت ہیں کہ ان کی مختصر یا مفصل تحریری سوانح میری نظر سے نہیں گزری۔
- ثالثاً، جس وقت میں مجھے یہ مختصر سوانح لکھنے کا موقع مل رہا ہے تو غازی صاحب کو شہید ہوئے دو دہائیاں ہونے کو ہیں۔ لہٰذا وقت کا تقاضا بھی ہے کہ غازی صاحب اور ان کے مقصد و جد و جہد کو یاد رکھا جائے۔
- رابعاً، میں یہ خدمت کر کے اسلامی مؤرخین، ادیبوں اور سوانح نگاروں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ وہ غازی صاحب جیسی شخصیات کے متعلق لکھیں۔ ان کی سوانحِ حیات کے ہر اس پہلو کا جائزہ لیں، جس جس پہلو کا جائزہ لے کر سیرت اور سوانح لکھی جاتی ہے۔

تاریخی حوالہ جات

یہ سطور لکھتے ہوئے میرے پاس نہایت کم وسائل ہیں، جنہیں استعمال کرتے ہوئے میں غازی صاحب کے متعلق کچھ لکھ رہا ہوں۔ بعض تاریخی حوالے خاص واقعے یا قول کے ساتھ درج ہیں جب کہ اس تحریر کے آخر میں یہ تحریر لکھتے ہوئے جن جن جگہوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کا جملہ ذکر کر دیا گیا ہے۔ وسائل کی محدودیت کے سبب اگر کوئی حوالہ یا تاریخی بات غلط درج ہو گئی ہو تو حضرت غازی صاحب شہید کے اعزاء و اقرباء اور رفقاء سے گزارش ہے کہ وہ تصحیح فرمائیں تا کہ اصلاح کی جا سکے۔

انتساب

میں اس تحریر کا انتساب اولاً اپنے مرشد جنابِ اسامہ ابراہیم غوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام کرتا ہوں۔ مرشد شہید کی تربیتِ خاص، توجہ، محنت اور سب سے بڑھ کر محبت نے مجھے چار لفظ جوڑنے کی ہمتِ تازہ دی۔ مرشد شہید نے ہمیشہ مجھے لکھنے کا حوصلہ دیا اور میری تحریر کی املا و انشا درست کی۔ پھر جس مختصر سلسلۂ سوانح کو لکھنے کا میرا ارادہ ہے اور خاص کر غازی صاحب کے متعلق لکھنے کا، تو اس میں بھی مرشد رحمہ اللہ کی ہدایت وخواہش شامل ہے۔

ثانیاً میں اس تحریر کا انتساب اپنے جدِ امجد جنابِ چودھری محمد ابراہیم کے نام کرتا ہوں، انہوں نے اپنی اولاد کی اولاد میں سب سے زیادہ محبت مجھ سے کی اور سب سے زیادہ امیدیں بھی مجھ سے باندھیں اور سب سے زیادہ دعائیں بھی میرے لیے کیں، اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائیں اور رحمت کی چادر سے ان کو ڈھانپ دیں، آمین۔

ثالثاً، میں اس تحریر کا انتساب جماعت القاعدہ سے وابستہ بزرگ رہنما شہید شیخ ابو محسن حسام عبد الرؤوف المصری رحمۃ اللہ علیہ کے نام کرتا ہوں۔ خصوصاً اس لیے کہ میں سوانحِ مشاہیر و شہدائے امت لکھنے کا جو ارادہ رکھتا تھا، تو میں نے اس کا ذکر شہید شیخ سے سنہ ۲۰۱۹ء کے نصفِ اول میں کیا اور اس بابت نصیحت طلب کی۔ جواباً شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اس فن کی بابت کچھ نصیحتیں کیں، جنہیں میں نے معاً اپنے پاس لکھ کر محفوظ کر لیا۔ پھر جب مولانا عبد الرشید

غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھنے بیٹھا تو میں نے انہی نکات کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے اپنے قلم کو اس کام میں ڈال دیا۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اس تحریر کو میرے لیے کفارۂ سیئات کا ذریعہ بنائے، اس راہ پر ہمیں لگائے جس راہ پر چلتے چلتے، غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کٹ گئے، ہم اللہ سے غازی صاحب کی طرح اسی کی راہ میں کٹنے کا سوال کرتے ہیں، آمین! (نحسبه كذلك والله حسيبه ولا نزكي على الله أحدا)۔

و صلى الله تعالىٰ على النبي، وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين

معین الدین شامی

۱۹ محرم الحرم ۱۴۴۷ھ / ۱۵ جولائی ۲۰۲۵ء

دارِ ہجرت، ہندوکش

ولادت، خاندان اور آبائی علاقہ

جدِ امجد اور آبائی علاقہ

غازی صاحب کے والدِ گرامی کا نام محمد عبد اللہ غازی تھا اور مولانا محمد عبد اللہ صاحب کے والد کا نام 'غازی بلوچ' تھا۔ غازی بلوچ ایک دیہاتی کسان آدمی تھے اور معاشرے کی ایک متحرک شخصیت تھے۔ برِّ صغیر پر انگریزی استعماری حکومت کے زمانے میں کسی مقدمے میں غازی بلوچ صاحب کو چودہ سال قید کی سزا ہوئی۔ جس جیل میں غازی بلوچ قید تھے، اسی جیل میں امیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری بھی انگریز کی مخالفت اور انگریز کے خلاف تحریک وجدوجہد کے 'جرم' میں قید کر کے ڈالے گئے۔ غازی بلوچ نے علومِ دینیہ کی تحصیل جیل میں حضرت شاہ جی رحمہ اللہ سے ہی شروع کی اور چودہ سال بعد آپ جب جیل سے نکلے تو علومِ دینیہ کے فاضل کے طور پر رہا ہو کر، 'مولوی غازی بلوچ' بن کر نکلے۔[1]

مولوی غازی بلوچ نے پنجاب اور بلوچستان کے سرحدی علاقے راجن پور کی تحصیل 'روجھان' کے ایک گاؤں کو اپنی جائے سکونت بنایا اور یہیں مولانا عبد اللہ غازی کی ولادت ہوئی۔ مولانا عبد اللہ غازی کی پیدائش کے بعد اس گاؤں کا نام 'بستی عبد اللہ' مشہور ہو گیا۔

خاندان و قبیلہ

غازی صاحب کا تعلق مشہور بلوچ قبیلے 'مزاری' کی 'سدوانی' شاخ سے تھا۔ مزاری قبیلہ کئی صدیوں سے کوہِ سلیمان اور دریائے سندھ کے درمیان واقع علاقوں میں آباد ہے۔ یہ قبیلہ اپنی بہادری اور شجاعت جیسے اوصاف سے معروف ہے

---

[1] یہ بات حاجی محمد بلوچ (غازی صاحب کے ماموں اور مولانا عبد اللہ غازی کے برادرِ نسبتی) نے بتائی۔ بحوالہ ایکسپریس ٹی وی، ویڈیو نیوز رپورٹ از احمد منصور، نشر شدہ بتاریخ ۱۵ مئی ۲۰۰۸ء۔

اور یہی وجہ ہے کہ اس کا نام بلوچ زبان کے لفظ 'مزار' سے اخذ شدہ ہے جس کا لفظی معنیٰ 'شیر' ہے۔ مزاری قبیلے نے رنجیت سنگھ کی پنجاب پر قابض سکھ حکومت کے خلاف بھی جنگیں لڑیں۔

والدِ گرامی: مولانا محمد عبداللہ غازی

حیات و خدمات پر ایک طائرانہ نظر

مولانا محمد عبداللہ غازی کی پیدائش یکم جون ۱۹۳۵ء بمطابق ۲۹ صفر ۱۳۵۴ھ کو بروز ہفتہ ہوئی۔ مولانا عبداللہ غازی نے ابتدائی دینی تعلیم پنجاب کے ضلع رحیم یار خان کی تحصیل صادق آباد میں قائم مدرسہ 'خدام القرآن' سے حاصل کی اور بعد ازاں اپنے والد مولوی غازی بلوچ کی خواہش و حکم پر اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے پاکستان کی ممتاز دینی درس گاہ 'جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی' کا رخ کیا اور یہیں سے سندِ فراغت محدثِ عصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری (نوّر اللہ مرقدہٗ) کے زیرِ تلمذ حاصل کی۔

مولانا عبداللہ غازی سنہ ۱۹۶۶ء میں اپنے آبائی علاقے 'راجن پور' کی تحصیل 'روجھان' سے پاکستان کے نو تعمیر شدہ دار الحکومت 'اسلام آباد' اپنے استاذ و شیخ علامہ سیّد محمد یوسُف بنوری کے انتخاب و ہدایت پر منتقل ہوئے۔ اسلام آباد میں آپ نے ۱۹۶۶ء سے لے کر تا شہادت یعنی ۱۹۹۸ء تک، مسلسل بتیس (۳۲) سال 'مرکزی جامع مسجد' میں امامت و خطابت کی خدمت سر انجام دی۔ یہی 'مرکزی جامع مسجد اسلام آباد'، بعد ازاں لال مسجد کے نام سے معروف ہوئی۔

مولانا محمد عبداللہ غازی جرأت مند، تحریک پسند، نفاذِ اسلام کے داعی و حامی، ولا یخافون لومة لائم [۲] کی تصویر، حق گو عالمِ دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔

[۲] وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (سورۃ المائدۃ: ۵۴)، یعنی 'اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے'۔

دار الحکومت اسلام آباد میں ابتداءً تعمیر کی گئی مساجد مولانا محمد عبد اللہ صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ خاص کر اسلام آباد کی مرکزی شاہراہ 'جناح ایونیو' اور اس کے ارد گرد واقع 'بلیو ایریا' میں جو مساجد تعمیر ہوئیں ان کا سراسر سہرا مولانا محمد عبد اللہ صاحب کے سر جاتا ہے۔

بستی عبد اللہ کے رہائشی مولانا عبد الرؤوف ربّانی کے بقول:

"مولانا عبد اللہ صاحب شریف النفس آدمی تھے اور آج اسلام آباد میں جتنی مساجد موجود ہیں یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔"[۳]

مولانا محمد عبد اللہ صاحب نے انبیاء علیہم السلام کی وراثت کا حق ادا کرتے ہوئے دین کے بنیادی فرائض میں سے اقامتِ دین کی محنت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنا اولین فرض جانا اور اپنی استطاعت کے مطابق ساری زندگی نفاذِ شریعت کی کوشش، دعوت و جہاد کی سعی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کاربند رہے۔

مولانا عبد الرشید غازی اپنے والد صاحب کے فریضۂ نہی عن المنکر کی ادائیگی کے متعلق کہتے ہیں:

"والد صاحب نے کبھی حکومت کے ساتھ (کسی غیر اسلامی معاملے پر) سمجھوتہ نہیں کیا۔ جب بھی والد صاحب نے کسی برائی کو دیکھا تو اس کو ببانگِ دہل بیان کیا۔ اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہت بے باک و صاف گو تھے......

[۳] ایکسپریس ٹی وی، ویڈیو نیوز رپورٹ از احمد منصور، نشر شدہ بتاریخ ۱۵ مئی ۲۰۰۸ء۔

......اور (برائی کو بیان کرنے میں بے باکی اور صاف گوئی کے سبب) کئی بار ان کو قید کیا گیا[۴]، بھٹو نے انہیں اغوا کروایا!"[۵ اور ۶]

مولانا محمد عبد اللہ صاحب نے ساری زندگی نفاذِ اسلام کی دعوت دی اور اسی جد وجہد میں کھپتے رہے۔ مولانا عبد الرشید غازی ہی کے بقول:

"حضرت والد صاحب ساری زندگی یہی بات کہتے رہے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا...... اس کے لیے قربانیاں دی گئیں، ہماری بہنوں نے، ماؤں نے قربانیاں دیں۔ قربانیاں آپ کے سامنے ہیں بڑا خون لگا ہے...... یہ ملک آسانی سے نہیں بنا ہے۔ ایسے میں اس کا جو مقصد تھا، جو ہدف تھا...... وہ تو یہی ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ! (لہٰذا یہاں اسلام کا نفاذ ہونا چاہیے)۔"[۷]

مولانا محمد عبد اللہ صاحب نے نفاذِ اسلام کے لیے کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ مولانا محمد عبد اللہ صاحب نہ صرف پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں غلبۂ اسلام کے داعی و حامی تھے اور اس کے لیے انہوں کوششیں بھی کیں۔ اسی غلبۂ اسلام کی حمایت و دعوت، اسلامی ممالک میں نفاذِ شریعت اور کفر کا غلبہ توڑنے کی جد وجہد کی ایک کڑی آپ کی سنہ ۱۹۹۸ء کے وسط میں شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ملاقات بھی تھی۔ اسی ملاقات کے محض چند ماہ بعد اکتوبر، ۱۹۹۸ء کی اٹھارہ (۱۸) تاریخ کو مولانا محمد عبد اللہ غازی کو ان کے زیرِ اہتمام مدرسے 'جامعہ فریدیہ' سے واپسی پر لال مسجد کے احاطے ہی میں ایک قاتلانہ حملے میں، گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا، بوقتِ شہادت آپ کی عمر تریسٹھ

---

[۴] مولانا موصوف ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت کے موقع پر بھی گرفتار کیے گئے اور ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران بھی آپ کو پابندِ سلاسل کیا گیا۔ (بحوالہ: علمائے دیوبند کے آخری لمحات، ج ۲، ص ۳۶۳)

[۵] Al Jazeera English's programme "Witness", with Rageh Umaar [نشر شدہ گیارہ (۱۱) اگست ۲۰۰۷ء]

[۶] بھٹو کے دور میں پی ایس ایف (پاکستان سٹوڈنٹس فیڈریشن) کے غنڈے مولانا موصوف کو اغوا کر کے لے گئے اور آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور کہا کہ ہم تمہیں ابھی گولی مارتے ہیں اور اس حالت میں مولانا موصوف تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو گئے اور یہ غنڈے اپنے ارادے سے باز آ گئے۔ مولانا کو کئی ماہ اسی حالت میں رکھ کر بعداً چھوڑ دیا گیا۔ (بحوالہ: علمائے دیوبند کے آخری لمحات، ج ۲، ص ۳۶۲)

[۷] بحوالہ 'Live with Talat'، طلعت حسین کے ساتھ (آج ٹی وی)

(۶۳) برس تھی۔ مولانا محمد عبد اللہ غازی کی شہادت اور شیخ اسامہ بن لادن سے ملاقات کا احوال بیان کرتے ہوئے مولانا عبد الرشید غازی فرماتے ہیں:

”والد صاحب ۱۹۹۸ء میں شہید کیے گئے اور چند ماہ قبل ہی انہوں نے اسامہ بن لادن کے ساتھ ملاقات کی تھی۔ میں بھی ان (شیخ اسامہ بن لادن) سے ملا...... یہ ملاقات قندھار میں ہوئی۔

جب والد صاحب واپس آئے تو انہوں نے اپنے پہلے جمعے کے خطبے میں شیخ اسامہ سے ملنے کی ساری روداد سنائی اور کہا کہ 'میں اسامہ کی باتوں سے متفق اور اس کا قائل ہوں، جو بھی شیخ اسامہ کہہ رہے ہیں وہ درست ہے'۔ وہ شیخ اسامہ کو پاکستان میں سپورٹ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ 'کم از کم میں اسامہ کی پاکستان میں حمایت کروں گا (کوئی اور کرے یا نہ کرے)'۔“[۸]

مولانا محمد عبد اللہ غازی، شیخ اسامہ بن لادن کی جن باتوں سے متفق اور قائل ہوئے تھے ان میں سرِ فہرست ارضِ حرمین[۹] سے امریکی افواج کی بے دخلی اور امریکہ جو کہ اسرائیل کا پشت پناہ ہے، کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ ہیں۔

اس ملاقات کے بعد اور اپنی شہادت سے محض چند ہفتے قبل مولانا عبد اللہ غازی صاحب نے شیخ اسامہ بن لادن کی شان میں ایک عربی زبان میں قصیدہ لکھا[۱۰]، جس کے چند منتخب اشعار یہ ہیں:

---

[۸] Al Jazeera English's programme "Witness", with Rageh Umaar [نشر شدہ گیارہ (۱۱) اگست ۲۰۰۷ء]

[۹] صحیح بخاری شریف میں رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک نقل ہے کہ 'أخرجوا المشركين من جزيرة العرب'، یعنی 'مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو'۔ آج جزیرۃ العرب کئی ممالک میں تقسیم ہے جن میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، یمن، عمان، کویت، قطر اور بحرین شامل ہیں۔ کشف الباری اردو شرح صحیح البخاری میں محدث حضرت ملا علی قاری کا قول منقول ہے کہ 'مشرکین سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں'۔ حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کیا تھا اور ان کے نکالے جانے کے تقریباً چودہ سو سال بعد آلِ سعود کے مغربی ایجنٹ حکمرانوں نے امریکی فوج کی صورت میں یہود و نصاریٰ کو دوبارہ جزیرۃ العرب میں داخل کر دیا۔

[۱۰] ملاحظہ ہو مجلّہ نوائے افغان جہاد (نوائے غزوۂ ہند کا سابقہ نام) کا اپریل و مئی ۲۰۱۴ء کا شمارہ، صفحہ نمبر ۷۰۔

أزور أسامةَ رجلاً جليلاً
وضيفاً ماجداً رُزِقَ النصيبا

نَصِيبَ الخيرِ من همةٍ وَعَزْمٍ
وجراءة ضيغم بلغ المشيبا

فيا ربّ العباد ارحم عليه
وأخلصه الشدائد والكروبا

وعبد الله مداح لعزمه
وصديق له صدقا قريباً

”میں ایک جلیل القدر شخص اسامہ سے زیارت کا شرف رکھتا ہوں، وہ ایک قوی و عزیم اور بہادر شخص ہیں۔ وہ بزرگ و عظیم مہمان نواز ہیں اور اللہ نے انہیں اچھا نصیب عطا فرما رکھا ہے۔ اللہ نے انہیں خیر و بھلائی اور ہمت و اولو العزمی سے وافر حصہ دیا ہے۔ وہ جرأت و بہادری والے معمر شیر ہیں۔ پس اے بندوں کے خدا! ان پر رحم کر اور شدائد و مصیبتوں سے انہیں نجات نصیب فرما۔ 'عبد اللہ' ان کے عزم و ہمت کا مداح ہے، ان کا دوست ہے اور ان کے قریبی مخلص لوگوں میں سے ایک ہے۔“

مولانا محمد عبد اللہ غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دو ہونہار، مجاہد و عالم، داعی و مبلغ اور تابعِ شریعت بیٹے عطا فرمائے (نحسبه كذلك والله حسيبهٔ)، جن میں پہلے اور فرزندِ اکبر مولانا محمد عبد العزیز غازی صاحب (حفظہ اللہ) اور دوسرے فرزندِ اصغر مولانا عبد الرشید غازی شہید (نوّر اللہ مرقدہٗ) ہیں۔ مولانا محمد عبد اللہ غازی شہید کی زوجہ محترمہ (یعنی غازی برادران کی والدہ ماجدہ) کو بھی اللہ پاک نے شہادت فی سبیل اللہ سے نوازا اور آپ لال مسجد پر ظالمانہ فوجی آپریشن میں خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئیں۔ اسی فوجی آپریشن میں مولانا عبد العزیز صاحب کے بیٹے مولانا حسان غازی بھی شہید ہوئے۔

این سلسلہ از طلائے ناب است
این خانہ تمام آفتاب است

غازی صاحب کی ولادت

غازی صاحب کی پیدائش ۲۹ جنوری ۱۹۶۴ء کو دوشنبہ کے روز ہوئی[۱]۔ اس عیسوی شمسی تاریخ کے مطابق آپ کی تاریخِ ولادت بمطابق ہجری قمری تقویم ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ بنتی ہے۔

آپ کی جائے ولادت آپ کا آبائی علاقہ 'بستی عبد اللہ' ہے۔ آپ کا پورا نام 'محمد عبد الرشید غازی' رکھا گیا اور عوام و خواص میں آپ 'علامہ عبد الرشید غازی'، 'مولانا عبد الرشید غازی'، 'غازی رشید' اور 'غازی صاحب' کے نام سے معروف ہوئے۔

[۱] انٹرنیٹ پر موجود بعض ذرائع کے مطابق یہ تاریخ معروف ہے۔

تعلیم، پیشہ ورانہ زندگی اور دین کی طرف خصوصی رغبت

غازی صاحب نے مروجہ عصری (انگریزی طرز کی) تعلیم حاصل کی۔ سنہ ۱۹۸۷ء میں آپ نے 'قائدِ اعظم یونیورسٹی' اسلام آباد سے 'بین الاقوامی تعلقات' (International Relations) میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ یہ ڈگری حاصل کرنے کے کچھ ہی عرصے بعد آپ کو اسلام آباد ہی میں وزارتِ تعلیم میں ملازمت مل گئی۔ بعد ازاں آپ 'اقوامِ متحدہ' کے ذیلی ادارے 'یونیسکو' (UNESCO) سے وابستہ ہو گئے اور بعض بین الاقوامی کانفرنسوں میں پاکستان کی طرف سے نمائندگی بھی کی۔

یہ سارا عرصہ آپ نے (جدید اصطلاح میں) ایک ماڈرن شخص کے طور پر گزارا۔ البتہ بعض مذہبی آثار نمایاں رہے کہ گھرانہ ٹھیٹھ مذہبی تھا اور راقم کو یقین ہے کہ غازی صاحب کی یہ حالت دیکھ کر، آپ کے والد مولانا محمد عبد اللہ غازی ضرور دست بدعا ہوتے ہوں گے اور خیرِ کثیر اپنے فرزندِ دل بند کے لیے طلب کرتے ہوں گے۔

اس بات کا مطلب خدانخواستہ یہ نہ سمجھا جائے کہ غازی صاحب کوئی دین بیزار یا مادہ پرست شخص بن گئے تھے یا وہ اپنے والد سے بہت دور ہو گئے تھے، یہ خیال ٹھیک نہیں۔ راقم کی رائے میں اس طرح کے خیال کے ٹھیک نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ گو غازی صاحب خود اس وقت ٹھیٹھ دین دار نہ تھے، لیکن داڑھی سے آپ کا چہرہ سجا رہا اور انہی حالات و کیفیات سے کچھ خلاصی پانے کے بعد آپ نے اپنے والدِ ماجد کے ساتھ افغانستان کا بھی سفر کیا جس میں شیخ اسامہ بن لادن سے ملاقات ہوئی۔ پھر غازی صاحب کی افغانستان میں دشمنانِ دین کے خلاف جنگ میں شمولیت کی تصویریں بھی آپ کے تمسک بالدین کی دلیل ہیں۔ عہدِ جوانی کی ایک تصویر میں آپ راکٹ لانچر سے گولہ چلاتے نظر آتے ہیں۔ ایک دوسری تصویر میں مارٹر کا گولہ چلاتے نظر آتے ہیں، جبکہ دوسرے ہاتھ میں مخابرہ (وائرلیس کمیونیکیشن واکی ٹاکی سیٹ) پکڑ رکھا ہے اور کلاشن کوف و دیگر اسلحے کے ساتھ تو آپ کی کئی اور تصاویر بھی ہیں۔

لہٰذا راقم کے خیال میں غازی صاحب گو کہ بعض پیشہ ور اداروں سے وابستہ تھے، لیکن ان کی بنیاد نہ بدلی تھی اور وہ مستقل فطرتِ سلیمہ کی طرف ہی مائل رہے اور آپ کے والد صاحب کی شہادت کا واقعہ جو آپ کی زندگی کا دین کی

طرف واپسی کا نقطۂ 'محض' ثابت ہوا اور یہاں 'دین کی طرف' سے مراد غازی صاحب کا دین کے حرکت والے پہلو کی طرف آنا، اسلام کی ہمہ گیریت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، سیاسی بالادستی، اعلائے کلمۃ اللہ، اقامتِ دین و شریعت کی محنت کی جانب مائل ہو جانا ہے۔ پھر اس نقطۂ واپسی پر بھی آپ یک دم نہیں پہنچ گئے تھے بلکہ اس کے درمیان راقم کی نظر میں تین چیزیں عامل رہیں:

أ. اولاً، آپ کے والد کی دعائیں، تربیت اور ان کا فراہم کردہ ماحول۔

ب. دین دار گھرانے کا چشم و چراغ ہونے کے سبب دین سے تمسک اور اسی سبب سے جہاد فی سبیل اللہ میں شمولیت۔

ج. شیخ اسامہ بن لادن سے ملاقات۔[12]

ان تین عوامل کے بعد وہ واقعہ پیش آ جاتا ہے جس کے متعلق غازی صاحب خود فرماتے ہیں:

---

[12] شیخ اسامہ بن لادن ہمارے زمانے کے، شریعت کے متبع ترین لوگوں میں سے ایک، اولیاء و اتقیائے کاملین میں سے ایک اور دین و امت کا پوری امت میں درد رکھنے والوں لوگوں میں سب سے بڑھ کر درد رکھنے والوں میں سے ایک شخص تھے۔ شیخ اسامہ بن لادن کو اللہ تعالیٰ نے جو کمال عطا فرمایا وہ ویسا ہی تھا جیسا کہ ہم قریب و دور کے اولیاء و مجددین کے حوالے سے جانتے ہیں کہ 'آپ نے دنیا کے حالات، امت کی حالت، اہلِ کفر کی فکری و عسکری یلغار کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ یہ سمجھا اور بخوبی اس پر عمل کیا کہ ایسے حالات میں شریعتِ مطہرہ کا کیا تقاضا ہے اور پھر اپنے آپ کو اس میں کھپا دیا'۔ پھر اللہ والوں کی صحبت اور اللہ والے بھی شیخ اسامہ بن لادن جیسے اللہ والے، جنہوں نے ہر ہر میدان اور ہر ہر نقطے پر دین کو دنیا پر ترجیح دی، مباحات کو ترک کر دیا اور مستحبات کو اپنے اوپر لازم کر لیا...... ایسے ولی کامل کی نظر اور صحبت (بحول اللہ) کھیتی کے لیے پانی کے مترادف ہے...... پھر بفضل اللہ یہی نظر و صحبت ہے جس نے غازی صاحب کو بھی متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑا۔ اور اس 'متاثر' ہونے کا دعویٰ راقم غازی صاحب کی ویڈیو کو دیکھتے ہوئے کر رہا ہے کہ جب وہ اپنے والد صاحب کی شیخ اسامہ سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی کہتے ہیں کہ میں بھی شیخ اسامہ سے ملا اور غازی صاحب کے چہرے پر یہ کہتے ہوئے ایک خاص کیفیت، ایک مسکراہٹ اور نشاط کا گزر ہوتا ہے۔

"والد صاحب ۱۹۹۸ء میں شہید کیے گئے...... یہ وہ نقطہ تھا......اس موقع پر میں بیدار ہوا...... اور میرے خیال میں پوری امت کا یہی معاملہ ہے کہ جب بھی ان پر حد سے زیادہ مظالم ہوتے ہیں یا تعدّی بڑھ جاتی ہے[۱۳] تو امت کے افراد بیدار ہو جاتے ہیں۔"[۱۴]

گویا یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے گوہر کی سیرابی

[۱۳] یہاں امت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے غازی صاحب نے (آج کے تناظر میں) فرمایا کہ "ایسے مظالم جو امریکہ اور اس کی اتحادی افواج کی جانب سے کیے جاتے ہیں......"۔ دراصل مولانا محمد عبد اللہ غازی کی شہادت بھی امریکہ اور اس کے 'اتحادیوں' ہی کے 'وسیع تر' منصوبے کا ایک حصہ تھی اور ان امور کے متعلق ہم پیچھے لکھ آئے ہیں جو امریکہ اور اس کے 'اتحادیوں' کو ایک آنکھ نہیں بھاتے اور مولانا محمد عبد اللہ غازی ان 'جرائم' کو کرتے رہنے پر آمادہ تھے۔

[۱۴] Al Jazeera English's programme "Witness", with Rageh Umaar [نشر شدہ گیارہ (۱۱) اگست ۲۰۰۷ء]

منصبِ امامت

اس واقعے کے بعد غازی صاحب نے اپنی زندگی کے کسی گوشے کو سنبھال کر یا بچا کر نہیں رکھا۔ غازی صاحب نے اپنی ساری کی ساری زندگی فی اللہ کھپا دی۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ 'جو اللہ کی طرف چل کر آتا ہے تو اللہ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے'۔ غازی صاحب تو خود دوڑ کر اللہ کی طرف، اس کے دین کے ہر (معتبر) معنیٰ و ہر تشریح کے مطابق بھاگ کر گئے اور چند مہ و سال ہی میں آپ منصبِ امامت پر فائز ہو گئے۔ غازی صاحب کا منصبِ امامت کسی عہدے کی صورت میں نہ تھا، بلکہ آپ مومنین کے قلوب و اذہان کے حکمران بن گئے اور دشمنانِ دین کے دلوں اور ذہنوں کے سکون کی بربادی اور ان کے لیے جلن و کڑھن کا سبب بن گئے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ○(سورۃ السجدۃ:۲۴)

"اور جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین لاتے رہے تو ان کے اندر ہم نے ایسے پیشوا (امام) پیدا کیے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔"

امام ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے کہ:

"بالصبر واليقين تنال الإمامة في الدين، یعنی صبر اور یقین ہی کے ذریعے دین میں کسی کو امامت کا درجہ مل سکتا ہے۔"[۱۵]

اور امام جلال الدین السیوطیؒ فرماتے ہیں کہ صبر کیا ہے؟ على دينهم وعلى البلاء من عدوهم یعنی دین پر ثابت قدم رہنے اور دشمن کی طرف سے تکلیفوں کے پہنچنے پر صبر۔ اور یقین، اللہ کی قدرتِ کاملہ اور اللہ کی وحدانیت پر یقین، اس کے سبب اللہ پاک امامت (قادۃ) عطا فرماتے ہیں[۱۶]۔

---

[۱۵] تفسیر معارف القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی
[۱۶] تفسیرِ جلالین

تدریس اور اہتمام مدارس

غازی صاحب بنیادی علومِ شرعیہ سے پہلے ہی واقف تھے اور مزید کے لیے آپ نے اکتساب کا سلسلہ شروع کر دیا۔ علوم کی تکمیل کے کچھ ہی عرصے بعد آپ نے بعض مضامین کی تدریس بھی اپنے والد صاحب کے قائم کردہ مدرسے جامعہ فریدیہ میں شروع کر دی۔ غازی صاحب کے زیرِ تلمذ رہنے والے ایک طالبِ علم نے راقم کو بتایا کہ غازی صاحب 'عربی' زبان کے بہت ماہر تھے اور مدرسے میں 'فصاحت' و 'بلاغت' کے مضامین بھی پڑھایا کرتے تھے۔

ساتھ ہی جامعہ فریدیہ و جامعہ حفصہ کے انتظام و اہتمام کے امور بھی آپ دیکھنے لگے۔ اس وقت جامعہ فریدیہ پاکستان میں قائم بنین (لڑکوں) کے چار پانچ بڑے مدارس میں سے ایک تھا، یہ مدرسہ اسلام آباد کے سیکٹر ای سیون میں قائم ہے۔ جامعہ فریدیہ کے تحت دسیوں مدارس اسلام آباد، اسلام آباد کے نواحی و دیہی علاقوں اور راجن پور وغیرہ میں فعال ہیں۔

غازی صاحب کے والدِ گرامی نے پاکستان میں پہلی بار بنات (طالبات) کا مدرسہ قائم کیا جو جامعہ حفصہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس مدرسے کے قیام و انتظام اور حقوقِ خواتین کے حوالے سے غازی صاحب نے فرمایا:

> ''اگر ہم کونزرویٹو/conservative (دقیانوسیت کے معنٰی میں) ہوتے تو ہم لڑکیوں کا مدرسہ نہ کھولتے اور میرے والد صاحب نے یہ مدرسہ کھولا جس میں چھ ہزار سے زائد طالبات پڑھتی ہیں اور یہ عالمِ اسلام کا سب سے بڑا طالبات کا مدرسہ ہے۔''[۱۷]

اسلام اور متبعینِ اسلام حقوقِ خواتین کے قائل ہیں۔ بلکہ اسلام ہی تو ہے جس نے خواتین کو ان کے حقوق عطا کیے ہیں۔ نہ اسلام سے پہلے کا جاہلی معاشرہ اور نہ ہی آج کا 'جدید' جاہلی معاشرہ خواتین کو حقوق دینے کا قائل ہے۔ بلکہ آج

---

[۱۷] Al Jazeera English's programme "Witness", with Rageh Umaar [نشر شدہ گیارہ (۱۱) اگست ۲۰۰۷ء] اور جیمین منظور کے پروگرام 'دی پلس (The Pulse)' میں گفتگو

کی جدید جاہلیت نے 'حقوق' کے نام سے جو دل فریب اور نظر کو دھوکہ دینے والے نعرے اور ایجنڈے نافذ کر رکھے ہیں ان کا خلاصہ اس مشہور مقولے میں ہے کہ 'آزادیٔ نِسواں کے علمبردار، عورت کی آزادی کے نام پر عورت تک پہنچنے کی آزادی چاہتے ہیں!'۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک کے تمام متبعینِ شریعت کے گھروں میں خواتین، مغرب اور مغرب کی نقالی کرتے 'اسلامی' ممالک کی 'آزاد' عورتوں سے بدر جہا 'آزاد'، 'خوشحال' اور 'اطمینان و سکون' والی زندگیاں گزار رہی ہیں۔[18]

مجاہدین کی نصرت

غازی صاحب اپنے والد صاحب کے مثل مجاہدین کی مالی و اخلاقی نصرت کرتے رہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آپ نے عملاً مجاہدین کی مدد و نصرت کی اور خود بھی جہاد سے وابستہ رہے۔

حق گوئی، وانا فتویٰ

نائن الیون کے بعد اکتوبر ۲۰۰۱ء میں امریکہ اپنے چالیس سے زائد حواریوں کے ہمراہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کو تاراج کرنے کے لیے چڑھ دوڑا۔ اس زمانے میں پرویز مشرف پاکستان کا صدر بھی تھا اور چیف آف آرمی سٹاف بھی۔ پاکستان فوج نے مشرف کی قیادت میں فرنٹ لائن امریکی اتحادی بننے کا فیصلہ کیا[19] اور سنہ ۲۰۰۲ء میں امریکی ایما ہی

[18] خواتین کی معاشرے میں موجودگی اور ان کے مثبت کردار، ان کو فراہم کردہ مواقع برائے تعلیم و معاش کے بارے میں آج قائم امارتِ اسلامیہ افغانستان ایک روشن مثال ہے۔ امارتِ اسلامیہ میں خواتین کی صورتِ حال جاننے کے لیے دیکھیے مجلّہ 'نوائے غزوۂ ہند' میں شائع شدہ سلسلہ 'میں کابل بستے دیکھ رہا ہوں' کی پہلی دو اقساط (جنوری ۲۰۲۳ء و اپریل و مئی ۲۰۲۳ء)۔

[19] جو فیصلہ تادمِ تحریرِ ہٰذا برقرار ہے۔ بلکہ ابھی ۲۰ جون ۲۰۲۵ء کی خبر ہے کہ چیف آف آرمی سٹاف فیلڈ مارشل عاصم منیر نے امریکی صدر ٹرمپ سے ملاقات کے بعد واشنگٹن ڈی سی میں ایک مجلس میں کہا 'پاکستان دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں فرنٹ لائن پر ہے' (www.arynews.tv/ispr-coas-address-us-visit/)۔

پر کئی ہزار فوج پاکستانی قبائل میں افغانستان سے پاکستان آنے والے مجاہدین کے تعاقب، ان مجاہدین کی بیویوں، ماؤں اور بہن بیٹیوں کو گرفتار کرنے اور ان مجاہدین کو گرفتار و قتل کرنے کی خاطر تعینات کر دی گئی۔

مارچ ۲۰۰۴ء میں مجاہدین اور قبائلی عوام کے خلاف جنوبی وزیرستان کے صدر مقام 'وانا' میں فوجی آپریشن کا آغاز کر دیا گیا۔

اسی تناظر میں ایک استفتاء (فتویٰ پوچھنے کا سوال) مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) کے دار الافتاء میں بھیجا، جس میں اس آپریشن میں شرکت، اس کی شرعی حیثیت اور دورانِ آپریشن قتل ہونے والے فوجیوں کا حکمِ شرعی پوچھا گیا تھا۔ یہ استفتاء دراصل شیخ احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کروا کر مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) کے دار الافتاء میں بھیجا۔ یہ بات راقم الحروف نے براہِ راست استاد احمد فاروق شہید رحمۃ اللہ علیہ سے سنی، جب استاد احمد فاروق علمائے لال مسجد کی عزیمت، حق پر ڈٹنے اور قربانی کا بیان کر رہے تھے کہ 'لال مسجد والوں نے بظاہر ایک انجان شخص کے نام سے پوچھے گئے فتوے پر اتنا بڑا اقدم اٹھایا اور حق کا بیان کیا'۔

جواباً دار الافتاء کے صدر مفتی، مفتی عبد الدیان صاحب نے فتویٰ جاری کیا جس کی تائید پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے پانچ سو سے زائد علماء و مفتیانِ کرام نے کی۔

اس فتوے کا لبِ لباب یہ تھا کہ مسلمان عوام اور مجاہدین کے خلاف فوجی آپریشن ناجائز رغیر شرعی ہے اور ایسی جنگی کارروائی میں مارے جانے والا فوجی حرام موت مرے گا اور اس کی میت پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔[۲۰]

[۲۰] یہ فتویٰ اس زمانے میں بڑے پیمانے پر شائع اور تقسیم ہوا، نیز مجلّہ 'نوائے افغان جہاد (حالیاً نوائے غزوۂ ہند)' میں متعدد بار (جولائی کے شماروں میں) شائع ہو چکا ہے جہاں اس فتوے کو تفصیلاً دیکھا جا سکتا ہے۔ اس فتوے کی تائید کرنے والے حضرات میں چند نمایاں ناموں میں مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید، مولانا مفتی حمید اللہ جان، مولانا مفتی محمد اسماعیل طورو، مولانا محمد بشیر سیالکوٹی، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ، مولانا مفتی پیر سیّد مختار الدین شاہ خلیفۂ مجاز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا فضل محمد وغیرہ شامل ہیں۔

اس فتوے کے بعد حکومتی، فوجی اور کچھ دیگر حلقوں میں ایک تنازع کھڑا ہو گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ یہ فتویٰ واپس لیا جائے۔ اس موقع پر مولانا عبد الرشید غازی، مولانا قاضی عبد الرشید، مولانا مفتی ظہور احمد علوی اور پچاس سے زائد علمائے کرام و مفتیانِ عظام نے اسلام آباد کی معروف دینی درس گاہ 'جامعہ محمدیہ، ایف سکس فور (F-6/4)' میں ایک پریس کانفرنس ۲۵ مارچ ۲۰۰۴ء کو منعقد کی اور اپنے موقف کا اعلان کیا۔

غازی صاحب اور ان علمائے کرام نے واضح اعلان کیا کہ یہ فتویٰ کسی قسم کی انارکی، فساد اور تنازع کو جنم دینے کے لیے جاری نہیں کیا گیا اور نہ ہی یہ فتویٰ اپنی کسی خواہش یا کسی خاص 'ایجنڈے' کے پیشِ نظر جاری کیا گیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس فتوے کے لیے موصول شدہ استفتاء میں کہا گیا تھا کہ ہمارے سوالات کے جوابات 'قرآن و سنت' کی روشنی میں دیے جائیں اور یہ فتویٰ قرآن و سنت ہی کی روشنی میں جاری کیا گیا ہے۔ غازی صاحب نے فرمایا کہ یہ فتویٰ دار الافتاء سے جاری کیا گیا ہے اور دار الافتاء کے معاملات میں ہم مسجد و مدرسے اور دار الافتاء کے مہتممین و منتظمین بھی دخل اندازی نہیں کرتے۔ پھر اس فتوے کی تائید ملک بھر کے کئی بڑے علماء نے کی ہے۔

ثانیاً غازی صاحب نے فرمایا:

> ''ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا ایک ایک فوجی بہت قیمتی ہے اور اس فوجی کو جس طریقے سے امریکہ کی جو جنگ ہے، امریکہ کی جو so-called (نام نہاد) دہشت گردی کے خلاف جنگ ہے اس میں جھونکا جا رہا ہے، وہ قطعاً غلط ہے اور اس فتوے میں یہی بات موجود ہے کہ ہمارے فوجیوں کو غیر شرعی اور غیر اسلامی موت سے بچایا جائے۔''[۲۱]

غازی صاحب کے مطابق مقصد خانہ جنگی، خون خرابہ، فساد، لڑائی اور تنازع کو جنم دینا نہیں بلکہ اپنی فوج کو، اسلام کے نام پر حاصل کردہ ملک کی فوج کو، 'ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ' کا نعرہ لگانے والی فوج کو، اپنے لوگوں سے لڑنے

---

[۲۱] الجزیرہ عربی کی ویڈیو نیوز رپورٹ [الجزیرہ کی آرکائیو (Archive) سے حاصل کردہ، بتاریخ ۶ جون ۲۰۰۴ء]

بھڑنے سے روکنا، اسلام کے نام لیوا مجاہدین و عوام کو قتل و گرفتار کرنے سے روکنے اور 'ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ' کے مقصد کی طرف بلانا ہے۔

سبحان اللہ، یہ کتنی معقول بات ہے کہ اپنی فوج کو امریکی اشاروں پر اور امریکی ایما پر اپنے ہی لوگوں سے نہ لڑوایا جائے۔ پھر ایمان والے فوجیوں، لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ پڑھنے والے فوجیوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا دم بھرنے والے فوجیوں کو ایمان اور کلمہ پڑھنے والوں ہی کے خلاف لڑوا کر 'حرام' موت ان کا مقدر نہ بنائی جائے۔

لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ جو جنگ امریکی ایما پر اور ڈالروں کی امداد حاصل کرنے کی خاطر شروع کی گئی تھی وہ جنگ نفاذِ اسلام اور نفاذِ شریعت کے خلاف جنگ کی صورت دھار گئی اور آج پچیس سال ہونے کو ہیں کہ وطنِ عزیز پاکستان اس جنگ میں جل رہا ہے اور ستّر ہزار سے زائد جانیں اس جنگ میں لقمۂ اجل بن چکی ہیں۔

پاکستان کے پانچ سو سے زائد علمائے کرام اور مفتیانِ عظام نے جو فتویٰ دیا تھا اور جس کی تائید و وضاحت غازی صاحب نے کی تھی، آج بھی حکومتِ پاکستان، افواجِ پاکستان، وطنِ عزیز کی خفیہ ایجنسیوں، پولیس، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور انتظامیہ وغیرہ کو وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا حکم سنا رہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کے خلاف جنگ سے باز آ جاؤ۔ اپنی جانوں پر، اس ملکِ پاکستان پر اور اپنی اولادوں پر رحم کرو، پاکستان کے مستقبل کا سوچو اور اپنے ہی وجود کے خلاف اس جنگ سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اپنے لیے جنتوں کا سودا کر لو جہاں اللہ کی بے پناہ نعمتیں بھی ہیں اور جو جہنم سے آزادی کا سبب بھی ہے۔ پھر آج تو اس جنگ سے اپنے آپ کو الگ کر لینا اور بھی لازمی ہے کہ جس امریکہ کی ایما پر یہ جنگ شروع ہوئی اور نفاذِ شریعت کے خلاف جنگ کا روپ دھار گئی، آج وہ امریکہ اپنے چالیس حواریوں سمیت مار کھا کر افغانستان سے ایک 'امن معاہدہ' کرتے ہوئے بھاگ گیا ہے۔ تو تمہیں بے گانی شادی میں عبد اللہ دیوانہ بننے کی کیا ضرورت ہے؟

یہاں اس فتوے کو نقل کرنا فائدے سے خالی نہیں ہے، کہ یہ فتویٰ حکمِ شرعی کا بھی بیان ہے اور ایک اہم تاریخی موڑ پر ایک اہم تاریخی دستاویز بھی ہے۔

وانا آپریشن کے بارے میں پاکستان کے علماء کا متفقہ فتویٰ

سوال

''کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ کے شدید دباؤ کی وجہ سے پاکستان کے فوجی وانا میں مجاہدین اور دیگر عوام کے خلاف دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر آپریشن کر رہے ہیں اور مزاحمت کرنے والے معصوم مسلمانوں کو گرفتار اور قتل کر رہے ہیں۔ دریں حالات علمائے کرام درج ذیل سوالات کے جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں:

سوال نمبر ۱: یہ کہ پاکستانی افواج کا اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف کارروائی کرکے ان کو گرفتار کرنا یا ان کو قتل کرنا یا کرانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۲: کیا حاکمِ وقت اگر کسی بے گناہ کے قتل یا گرفتار کرنے کا حکم اپنی رعایا یا اپنی فوج کو دے تو کیا اس حکم کی تعمیل ضروری ہے یا نہیں؟ کیا ایسی صورت میں پاکستانی فوج کے لیے اس قسم کی کارروائیوں میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۳: مذکورہ صورت میں جو فوجی آپریشن میں شریک ہیں تو ان کی موت کیسی موت ہے؟ آیا شہید ہیں یا حرام موت مارے جائیں گے؟ ایسی موت کی صورت میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھانا یا اس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۴: ان مجاہدین اور دیگر معصوم مسلمانوں، جن پر جنگ زبردستی مسلط کی گئی ہے ان کے مارے جانے کا کیا حکم ہے؟''

جواب

الجواب باسم ملهم الصواب

جواب نمبر ۱:

موجودہ حالات میں پاکستانی فوج کا وانا (وزیرستان) میں مجاہدین اور ان کے حامی مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر کارروائی کر کے ان کو گرفتار کرنا یا ان کو قتل کرنا، کرانا قرآن و سنت کی صریح نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام اور سخت گناہ ہے، خواہ یہ کارروائی امریکہ کے شدید دباؤ کی وجہ سے ہو یا بغیر دباؤ کے ہو، دونوں صورتوں میں کافروں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی، خواہ وہ ان کو شہید کرنے کی صورت میں ہو یا ان کو گرفتار کر کے کسی کافر کے حوالے کرنے کی صورت میں، متعدد آیات و احادیثِ مبارکہ اور عباراتِ فقہا کی روشنی میں ناجائز اور حرام ہے۔ ان صریح آیات کی پیش نظر شریعت نے کسی مسلمان کے لیے کسی دوسرے مسلمان کے خلاف کارروائی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ نیز اگر مسلمانوں کو یہ اندیشہ بھی ہو کہ اگر ہم نے غیر مسلموں کا یہ مطالبہ نہیں مانا تو غیر مسلم خود ہمیں قتل کر ڈالیں گے یا کسی شدید نقصان میں مبتلا کر دیں گے تب بھی ان کا یہ مطالبہ ماننا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

جواب نمبر ۲:

حاکمِ وقت کے کسی ایسے حکم کو ماننا اور اس کی اطاعت کرنا جو شریعت کے خلاف ہو، ہر گز جائز نہیں، حرام ہے۔ لہٰذا حاکمِ وقت اگر کسی بے گناہ کے قتل یا گرفتار کرنے کا اپنی رعایا یا اپنی فوج کو حکم دے تو اس حکم کی تعمیل ہر گز جائز نہیں۔ وانا میں مسلمانوں کے خلاف حکومتی کارروائی چونکہ شریعت کے خلاف ہے اس لیے فوج کے لیے اس کارروائی میں شریک ہونا جائز نہیں۔ لہٰذا

مسلمان فوجیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اس قسم کی کسی بھی کارروائی میں شریک ہونے سے انکار کر دیں ورنہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

جواب نمبر ۳:

مذکورہ صورت میں حاکمِ وقت یا کمانڈر کے خلافِ شرع حکم پر عمل کرتے ہوئے جو فوجی اس کارروائی میں شریک ہو گا تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو گا اور اگر اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ ہرگز شہید نہیں کہلائے گا۔ جہاں تک ایسے لوگوں کی موت واقع ہونے کی صورت میں نمازِ جنازہ پڑھانے اور اس میں لوگوں کے شریک ہونے کا تعلق ہے تو ایک مسلمان کی غیرت، حمیت اور دینی جذبے کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ میں بھی کوئی شریک نہ ہو اور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کوئی آگے ہو۔

جواب نمبر ۴:

ایسے تمام افراد جو ان ظالمانہ فوجی کارروائیوں میں مارے جائیں چونکہ شرعاً وہ معصوم اور بے گناہ ہیں لہٰذا شرعاً وہ شہید ہوں گے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

اَ. وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا○ (سورۃ النساء: ۹۳)

”رہا وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔“

ب. یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡہِمۡ بِالۡمَوَدَّۃِ وَقَدۡ کَفَرُوۡا بِمَا جَآءَکُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ (سورۃ الممتحنۃ: ۱)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں۔“

ج. بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا○ (سورۃ النساء:۱۳۸،۱۳۹)

”اور جو منافق اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں انہیں یہ مژدہ سنادو کہ ان کے لیے دردناک سزا تیار ہے۔ کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔“

د. وفى الحديث عن البراء بن عازب أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لزوال الدنيا وما فيها أهون عند الله تعالىٰ من قتل مؤمن ولو أن أهل السمٰوت وأهل الأرض اشتركوا في دم مؤمن لادخلهم الله تعالىٰ النار (روح المعانى، جلد:۳، ص:۱۱۶)

”حدیث میں حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دنیا و مافیہا کا تباہ ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کے قتل کیے جانے سے زیادہ ہلکی بات ہے۔ اگر آسمانوں اور زمین والے ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں پھینک دے گا۔“

ہ. عن ابن عمرؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه (إلى عدوه)...... (متفق عليه، رياض الصالحين:۱۰۸)

”حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ وہ اسے اس کے دشمن کے حوالے کرتا ہے...... الخ“

و. وفي أحكام القرآن للجصاص(۴۰۶/۲) وهذا يدل على أنه غير جائز للمومنين الاستنصار بالكفار على غيرهم من الكفار إذا كانوا متى غلبوا كان حكم الكفر هو الغالب

''احکام القرآن للجصاص میں درج ہے کہ: یہ بات دلالت کرتی ہے کہ مومنوں کے لیے کافر دشمنوں کے مقابلے میں دیگر کافروں کی مدد طلب کرنا ایسی حالت میں جائز نہیں جب(یہ معلوم ہو کہ)فتح یاب ہونے کی صورت میں کافروں کی حکومت غالب آجائے گی۔''

ز. عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره حق مالم يؤمر بمعصية فان أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة (بخاری، جلد:اص:۴۱۵)

''حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے لیے امیر کی بات سننا اور ماننا ضروری ہے خواہ اس کی بات اسے پسند ہو یا ناپسند ہو، بشرطیکہ وہ کسی نافرمانی کا حکم نہ دے۔ پس اگر وہ معصیت کا حکم دے تو نہ بات سنی جائے، نہ مانی جائے۔''

ح. وفى شرح السير جلد:۳،ص:۲۴۲:وإن قالوا لهم قاتلوا معنا المسلمين والا قتلناكم لم يسعهم القتال مع المسلمين لان ذلك حرام لعينه فلا يجوز الاقدام عليه بسبب تحديد بالقتل كما لو قال له اقتل هذا المسلم والاقتلتك۔

''شرح السیر میں عبارت اس طرح ہے:جب کفار کہیں کہ 'ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے'تو مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ کفار سے مل کر مسلمانوں کو قتل کریں اس لیے کہ یہ حرام لعینہٖ(بالذات حرام)ہے، چنانچہ قتل کی دھمکی کے باوجود اس قسم کا اقدام حرام ہے...... بالکل اسی

طرح جیسے یہ جائز نہیں کہ اگر کسی مسلمان فرد کو دھمکی دی جائے کہ 'فلاں مسلمان کو قتل کرو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا' اور وہ عملاً ایسا کر گزرے۔"

ط. وکذٰلک من ...عدا علی قوم ظلما فقتلوہ لا یکون شھیدا لأنہ ظلم نفسہ۔(بدائع، جلد:۲ ص:۶۶)

"اسی طرح......وہ شخص جس نے کسی گروہ کے خلاف ظالمانہ طور پر چڑھائی کی اور ان لوگوں نے اس (حملہ آور) شخص کو قتل کر ڈالا تو وہ (مقتول) شہید نہیں کہلائے گا کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے مرا۔"

ي. ومن قتل مدافعا عن نفسہ او مالہ او عن المسلمین او أھل الذمۃ بایّ آلۃ قتل، بحدید أو حجر أو خشب فھو شھید، کذا فی محیط السرخسی (ہندیۃ، جلد:۱، ص: ۱۶۸)

"جو شخص اپنی جان، مال، مسلمانوں یا اہلِ ذمہ کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے، خواہ وہ کسی بھی آلۂ قتل......لوہے پتھر، لکڑی وغیرہ......سے قتل ہوا ہو۔"

واللہ اعلم بالصواب

عبدالدیان عفا اللہ عنہ

دارالافتاء، مرکزی جامع لال مسجد (اسلام آباد)

اس فتوے پر پاکستان بھر کے مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے پانچ سو (۵۰۰) سے زائد مفتیانِ عظام، علمائے کرام اور شیوخ الحدیث کے دستخط ثبت ہیں۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف چند نامور علماء کے نام راقم نے کتابِ ہٰذا کے آخری باب 'مصادر و مراجع' کے تحت 'وانا فتویٰ پر دستخط کرنے والے علماء' کے عنوان تلے ذکر کر دیے ہیں۔

مفتی نظام الدین شامزئی شہید کا فتویٰ

اولاً مذکور فتوے کے بعد مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل سطور کا اضافہ کیا:

> ''اگر کسی فوجی کو 'ایک مسلمان کے قتل' اور 'پھانسی یا کورٹ مارشل' کے درمیان (کسی ایک چیز کے اختیار کرنے کا) فیصلہ کرنا پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ کے قانون میں اس کے لیے اخروی لحاظ سے آسان، سہولت دہ اور جائز یہی ہے کہ وہ اپنے لیے 'کورٹ مارشل' اور 'تختۂ دار' کا راستہ اختیار کرلے۔''

یہاں یہ بات ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ مفتی نظام الدین شامزئی کی شہادت کے پیچھے ان کی یہی حق گوئی، درج بالا فتویٰ، نظامِ اسلامی کے نفاذ کی حمایت و مطالبہ، اسلامی حمیت اور مجاہدین کی محبت کا 'جرم' تھا۔

کوہاٹ کے مفتیان کا فتویٰ

وانا آپریشن سے متعلق فتویٰ پر کوہاٹ کے کچھ مفتیانِ کرام نے درج ذیل اضافہ کیا:

> ''شریعت کی رو سے مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے فوجی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی ہیں اور ان کا مرنا حرام موت ہے اور ان کا حکم ''قطّاع الطریق'' یعنی راہزن اور ڈاکو کا ہے۔ نمازِ جنازہ کے لیے جو حکم راہزن اور ڈاکو کا ہے وہی ان کا ہے۔''

دار العلوم اکوڑہ خٹک کے مفتیانِ کرام کا فتویٰ

عالمِ اسلام کی مایہ ناز درس گاہ، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مفتیانِ کرام نے وانا فتویٰ پر درج ذیل اضافہ کیا:

> ''فقہ کی معتبر اور مشہور کتب در مختار و رد مختار میں ہے کہ عصبی (جو وطن یا قوم کی عصبیت میں لڑتا ہوا مارا جائے) پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی۔''

یہ وہ تاریخی فتویٰ ہے جو کئی فوجیوں کو ایمان کی طرف لانے کا باعث بنا اور یہ فتویٰ آج بھی پاک فوج، خفیہ اداروں اور پولیس و دیگر سکیورٹی اداروں سے وابستہ اہلکاروں کے لیے 'ہدایت' اور 'ایمان' کا سامان رکھتا ہے۔ یہ فتویٰ ان کلمہ گو سکیورٹی اہلکاروں کے لیے راہِ فکر و عمل ہے، جو دل سے اپنی زندگی کا مقصد 'ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ' کو سمجھتے ہیں۔ یہ فتویٰ پاک فوج، فضائیہ اور بحریہ و انٹیلی جنس اداروں کے 'مسلمان' فوجیوں کے لیے 'اللہ' یا 'شیطان' کی بندگی اور 'جنت' یا 'جہنم' کا راستہ واضح کر رہا۔ ایک 'لا الٰہ الا اللہ' پڑھنے والے اور 'محمد رسول اللہ' کے عشق کا دم بھرنے والے سپاہی کے لیے پہلا آرڈر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آرڈر ہے اور پہلا حلف نامہ 'شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم' کا اقرار ہے۔ پس خوش نصیب ہیں وہ سکیورٹی اہلکار، اور دنیا و آخرت کی کامیابیاں ہیں ان افسروں اور جوانوں کے لیے جنھوں نے وطن کی حفاظت کی تو ایمان و اسلام کے لیے اور جنھوں نے سرحدوں پر پہرے دے کر اپنے آپ کو تھکایا تو ایمان و اسلام کے لیے!

اس فتوے کے بعد کیا ہوا؟

اس فتوے کا مقصد اللہ کی اطاعت کرنا اور پاک فوج کو امریکہ کے بجائے اللہ ہی کی اطاعت کی طرف دعوت دینا تھا تاکہ پاک فوج کے افسروں اور جوانوں کی آخرت بچ سکے اور وہ نارِ جہنم میں امریکی آقاؤں کی طرح داخل نہ کیے جائیں۔ لیکن اس زمانے سے اب تک کی چار پانچ فوجی و غیر فوجی حکومتوں نے ہوش کے ناخن نہ لیے۔ غازی صاحب شہید کی ایک تحریر 'حقائق یہ ہیں' سے اس فتوے کے پس منظر اور اس فتوے کے جاری کرنے کے بعد حکومت و فوج نے کیا رویہ رکھا، کے حال بیان کرتے چند نثر پارے منتخب کر کے ذیل میں پیش کیے گئے ہیں۔

اس فتوے کے اجرا کے بعد سراپا امریکی غلامی اور اسلام کے بجائے امریکہ کی صف میں کھڑا ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے 'لال مسجد آپریشن' کیا گیا جس میں ہزاروں طالباتِ جامعہ حفصہ اور دسیوں علمائے کرام و طلبائے عظام کے ساتھ مولانا عبدالرشید غازی کو بھی شہید کر دیا گیا۔

ذیل میں غازی صاحب شہید نے اپنی تحریر میں خود لکھا ہے کہ انہیں کہا گیا کہ اگر یہ فتویٰ واپس نہ لیا گیا 'تو یہ فتویٰ بہت مہنگا پڑے گا'۔ لیکن اسی 'مہنگا پڑنے' کا 'قولی' جواب غازی صاحب نے اپنی شہادت سے کچھ قبل یہ کہہ کر دیا کہ 'میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری جانوں کے جانے سے اس ملک میں اسلامی نظام آجاتا ہے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے!'۔ پھر اس کے بعد غازی صاحب نے 'عملی' جواب اپنی جان دے کر پیش کیا۔

حقائق یہ ہیں، از قلم مولانا عبدالرشید غازی

"سب جانتے ہیں کہ عرصۂ دراز سے لال مسجد میں ایک دارالافتاء قائم ہے جہاں لوگوں کو ان کے نجی، اجتماعی، معاشی اور معاشرتی مسائل کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں بتایا جاتا ہے اور روزانہ اس دار الافتاء سے بیسیوں فتاویٰ جاری ہوتے ہیں۔

مفتیانِ کرام کے پینل کے سامنے جو بھی سوال آتا ہے وہ ہر قسم کے اغراض و مقاصد سے بالاتر ہو کر اور ہر قسم کے خوف و خطر سے بے نیاز ہو کر محض قرآن و سنت کی روشنی میں اس سوال کا جواب تحریر کرتے ہیں اور فتویٰ جاری کرنے کے لیے وہ کسی سے اجازت یا ڈکٹیشن نہیں لیتے۔ ہوا یوں کہ معمول کے سوالات میں ایک شخص نے وانا میں جاری پاک فوج اور مقامی قبائل کے درمیان جنگ کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں مفتیان سے سوال پوچھ لیا اور مفتیانِ کرام نے معمول کے مطابق سائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب دیا۔ اس فتوے کے جاری ہوتے وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ حکومت اس فتوے پر اتنی حساسیت کا مظاہرہ کرے گی۔ اس فتوے سے یہ بات وضاحت کے ساتھ سامنے آئی کہ وانا میں پاک فوج کا اپنے ہم وطنوں کا قتل کرنا ناجائز اور حرام ہے اور اس کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔

اس فتوے کے حکومتی پالیسی کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہم پر دباؤ ڈالا جانے لگا کہ آپ اس فتوے کو منسوخ کر دیں۔ اس سلسلے میں اس وقت کے ڈپٹی کمشنر اسلام آباد نے مجھے کئی مرتبہ

اپنے دفتر بلایا اور آئی ایس آئی کے افسران بھی لال مسجد آتے رہے۔ سب کا مطالبہ یہ تھا کہ آپ مذکورہ فتویٰ واپس لے لیں، میں نے بہت سمجھایا کہ فتویٰ، کوئی سرکاری نوٹیفیکیشن نہیں ہوتا کہ جب جی چاہا منسوخ کر دیا اور یہ کہ ایک مرتبہ تصدیق کے بعد جب فتویٰ جاری ہو جائے تو وہ واپس نہیں ہو سکتا، میں نے فتوے کے طریقِ کار اور اس کی جزئیات سے بھی آگاہ کیا۔ ان کو بہت سمجھایا کہ فتوے کو withdraw کرنے (واپس لے لینے) کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم قرآن و سنت سے withdraw (رجوع) کریں جو ممکن نہیں اور ہمارے اور آپ کے لیے جگ ہنسائی کا باعث بنے گا۔

الغرض ہمارے مسلسل انکار کے بعد ہمیں اشاروں کنایوں میں ان افسران کی جانب سے دھمکیاں ملنے لگیں کہ یہ بہت حسّاس نوعیت کا مسئلہ ہے، اگر بات نہ مانی تو یہ فتویٰ بہت مہنگا پڑے گا۔"[۲۲]

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

امر بالمعروف یعنی اچھائی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر یعنی برائی سے روکنا شریعتِ محمدی (علی صاحبہا اَلف صلاۃ وسلام) کے بنیادی فریضوں میں سے ایک ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ...... (سورۃ آلِ عمران:۱۱۰)

" (مسلمانو) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو......"

[۲۲] بحوالہ: اشراف بن کشمیر کا مرتب کردہ کتابچہ 'غازی کے قلم سے'

بندۂ مسلم ہو یا قومِ مسلم، ان کی فلاح و صلاح اللہ پر ایمان اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں رکھ دی گئی ہے۔ یہ وہ حکم ہے جو اللہ نے دیا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پر عامل ہونے کو کہا اور جس کو نہ کرنے پر تباہی کی وعیدیں سنائیں، وہ حکم جو سارے انبیائے کرام علیہم السلام کرتے رہے، جس کا اہتمام صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کیا، اولیاء اللہ جس کی وصیت اپنی اولادوں کو دمِ آخریں کرتے رہے اور جس کی بدولت (برضا الله ومشيئته) یہ دین قائم ہے اور ہم تک پہنچا ہے۔

اسی فریضے میں ہم مسلمانوں کی زندگی ہے۔ اسی کو قائم کرنے کی خاطر لال مسجد و جامعہ حفصہ کے طلبہ و طالبات، علماء و عالمات اور اسلام آباد کے عام و خاص لوگ مولانا عبد الرشید غازی کی قیادت میں جمع ہو گئے۔ یوں بھی اسلامی معاشرے کا محور محراب اور مرکز مسجدیں ہیں اور قضاء و افتاء کے بنیادی ادارے دار الافتاء ہیں، بلکہ شہید عالمِ ربانی استاد احمد فاروقؒ کے بقول آج کے دار الافتاء کل کی (نفاذِ شریعت کے بعد) شرعی عدالتیں ہوں گی۔

مساجد کی شہادت

ایک منکر، ایک جرمِ عظیم اسلام آباد میں کئی مساجد کو 'غیر قانونی' قرار دے کر گرایا جانا تھا۔ یہ جرمِ عظیم اسلام آباد کی انتظامیہ و وفاقی وزیرِ داخلہ آفتاب احمد خان شیر پاؤ کی ہدایت پر کر رہی تھی۔ جن اللہ کے گھروں کو 'غیر قانونی' قرار دے کر گرایا جا رہا تھا ان میں سے بعض مساجد کو گرانے کی وجہ محض یہ تھی کہ یہ وقت کے آمر جرنیل، پرویز مشرف کے راستے میں پڑتی تھیں اور راستے میں اندیشہ تھا کہ 'دہشت گرد' اس میں چھپ کر مشرف پر حملہ نہ کریں۔

اسلام آباد کی انتظامیہ نے وفاقی حکومت کی ہدایت پر چوراسی (۸۴) مساجد کو 'مارک' (نشان زد) کیا جنہیں مستقبل میں گرایا جانا تھا۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُوْلَـئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَا إِلاَّ خَآئِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ○ (سورۃ البقرۃ: ۱۱۴)

"اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں پر اس بات کی بندش لگا دے کہ ان میں اللہ کا نام لیا جائے، اور ان کو ویران کرنے کی کوشش

کرے! ایسے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان (مسجدوں) میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور انہی کو آخرت میں زبردست عذاب ہوگا۔"

سات (۷) مساجد کو گرایا جا چکا تھا جب لال مسجد و جامعہ حفصہ کے طلبہ و طالبات نے مساجد کے انہدام کے سلسلے کو فوری روکنے اور شہید کردہ مساجد کی فوری تعمیر کا مطالبہ کیا۔ اس موقع پر غازی صاحب نے فرمایا:

"(یہ) مساجد کا مسئلہ ہے، مساجد مقدس جگہیں ہیں اور ایک نہیں ہے، سات (۷) ہیں۔ بابری مسجد کو شہید کیا جاتا ہے تو ہم بڑا شور مچاتے ہیں...... ہم ایک کیا precedent (مثال) ڈال رہے ہیں؟ دنیا کو کیا دکھانا چاہ رہے ہیں؟"[۲۳]

پس مختصر یہ کہ اس وقت دنیا کو اور خصوصاً امریکہ و مغرب کو مشرف اور اس کے دم چھلے یہ دکھانا چاہتے تھے کہ ہم بہت روشن خیال اور جدت پسند ہیں۔ پھر اللہ کے گھر، مساجد کو گرا کر اپنے خبثِ باطن کا اظہار بھی مقصود تھا، ورنہ کتنے شراب خانے، بدکاری کے اڈے، سنیما گھر اور تھیٹر ہیں جو اسی زمانے میں 'قانونی' قرار دیے گئے یا 'قانونی' طور پر تعمیر و آباد کیے گئے۔ پرویز مشرف اور اس کے وزیروں کی محفلوں میں کھلے عام شراب کی بوتلیں کھلا کرتی تھیں اور یہ سب سرکار اور فوج و پولیس کی نگہداری میں ہوتا تھا۔

مساجد کی حفاظت کے لیے پرزور مطالبات کیے گئے اور جب حکومت اپنے اس فعلِ بد سے باز نہ آئی تو اللہ کے گھروں کی عصمت و حفاظت کی خاطر حکومت کو الٹی میٹم بھی دیا گیا اور حکومت نے خانہ پُری کرتے ہوئے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور محمد اعجاز الحق کے ذریعہ شہید کردہ مسجد امیر حمزہؓ کا سنگِ بنیاد رکھا، لیکن اس کے بعد کوئی اور، تعمیری اور

[۲۳] بحوالہ 'Live with Talat'، طلعت حسین کے ساتھ (آج ٹی وی)

فلاح وصلاح پر مبنی اقدام نہ اٹھایا۔ الٹا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والوں کو مطعون کیے جانے کا ابلاغی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی زمانے میں پرویز مشرف نے 'سب کو مار دینے'[۲۴] کی باتیں بھی کیں۔

فحش ویڈیوز کی کیسٹوں اور سی ڈیوں کا نذرِ آتش کیا جانا

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور جذبۂ دعوت الی الخیر کے تحت طلبہ و علماء، لال مسجد کے قریب واقع بازاروں 'میلوڈی' اور 'آبپارہ' میں ویڈیوز فروخت کرنے والوں کے پاس گئے۔ جو ویڈیو کیسٹ و سی ڈی فروش فحش اور بے حیائی و بد اخلاقی کے مواد پر مشتمل ویڈیو کیسٹیں اور سی ڈیاں بیچتے تھے انہیں پیار اور فکرِ آخرت کی ترغیب کے ساتھ یہ مواد تلف کرنے کی دعوت دی گئی۔ اللہ پاک نے ان اللہ والوں کی دعوت میں اتنا اثر رکھا کہ دکان دار برضا و رغبت یہ فحش مواد تلف کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

بغیر کسی زور زبردستی کے (حالانکہ منکر کو بزورِ قوت بھی روکا جاتا ہے) سب دکان داروں نے مواد ایک چوراہے میں جمع کیا اور پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی۔

اس معاملے کو سیکولر میڈیا اور فحاشی و عریانی کو فروغ دینے والے ابلاغی اداروں اور حکومت نے حقائق کو مسخ کرتے ہوئے خوب اچھالا۔

فحاشی کی سوداگر عورت کی تادیب

اسلام آباد کے سیکٹر جی سکس کے رہائشی ایک فحاشی کا اڈا چلانے والی عورت (مسماۃ آنٹی شمیم) سے بہت تنگ تھے۔ اس عورت کے اڈے پر بڑی بڑی گاڑیوں میں بااثر لوگ آیا کرتے تھے۔ محلہ شریفوں کا تھا اور شریفوں کے بس سے باہر

[۲۴] جیو نیوز کی ویڈیو نیوز رپورٹ (بتاریخ ۷ اپریل ۲۰۰۷ء)

تھا کہ وہ اس عورت کا کچھ علاج کرتے۔ پندرہ سال سے یہ اڈا دین اور عصمت و حیا ایک طرف، 'آئینِ پاکستان' کی بھی نام نہاد رِٹ چیلنج کیے ہوئے تھا۔

اہلِ علاقہ پولیس، تھانے داروں اور انتظامیہ کو شکایت کر کر کے تنگ آ چکے تھے۔ چند بار اس کے اڈے پر چھاپہ بھی پڑا، لیکن چھاپے سے پہلے ہی اس کو اطلاع ہو جاتی اور یہ جملہ سامان اور جسم فروش عورتوں کو غائب کر دیتی اور کبھی کچھ بر آمد نہ ہوتا۔

لال مسجد و جامعہ حفصہ کے طلبہ و طالبات کی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تحریک اٹھی تو اہلِ علاقہ کو کچھ امید بندھی اور یہ مسجد و مدرسے والوں کے پاس آئے اور اس کی شکایت کی۔

کچھ طالبات گئیں اور اس عورت کو یہ فحش کام چھوڑنے کے لے ترہیب و ترغیب کی۔ اس عورت نے وہاں فساد کھڑا کر دیا اور نوبت ہاتھا پائی تک پہنچی۔ بامرِ مجبوری اس عورت کو ساتھ ہی لانا پڑا۔ یہ جہاں دیدہ، چالاک عورت تھی اور مذہبِ رافضیت سے اس کا واسطہ تھا۔ اس نے بظاہر ٹسوے بہائے، توبہ کی اور تین روز بعد واپس جا کر، اپنی بد باطنی اور حکومت میں بیٹھے اپنے 'گاہکوں' اور 'سہولت کاروں' کی اکساہٹ پر اس سارے معاملے کو میڈیا میں خوب اچھالا۔ ڈھاک کے وہی تین پات، چند دن میں اس کا دھندہ پھر سے ویسے ہی رواں ہو گیا، فانّا للہ وانّا الیہ راجعون!

چینی مساج سینٹر

اسلام آباد کے بعض علاقوں میں کچھ مساج سینٹر چلتے تھے جہاں چینی عورتیں پیسوں کے عوض نا محرم مردوں کا مساج کرتیں اور فحاشی کے اڈے چلاتیں۔ اس کام کو بھی اسی تحریکِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نے روکا اور حکومت نے اس کو اپنی رِٹ چیلنج کرنے کے مترادف قرار دیا۔

حکومت کی ہٹ دھرمی و ظلم اور غازی صاحب کا ردِّ عمل

حکومتِ وقت خود یہ برائیاں روکنے سے گریزاں رہی، بلکہ ان کی سہولت کاری بھی کرتی رہی۔ بلکہ حکومت پر قابض سربراہِ مملکت، پرویز مشرف ایسا شخص تھا جس کے نزدیک یہ سب کام 'فن' اور 'آرٹ' میں داخل تھے۔ ایسا شخص جو شراب پی کر گلاس سر پر رکھ کر رقص کرنے کو مہارت گردانتا تھا اور فخریہ بتاتا تھا کہ راولپنڈی کے جم خانے میں میری ماں 'کتھک' ڈانس کیا کرتی تھی۔ ایسا شخص جس کی کابینہ اور اس کے 'مقربین' رات کو ایوانِ صدر میں شراب و شباب کی محفلیں 'سجاتے'، گویّوں اور میراثیوں کو بلواتے اور ان کے ساتھ سُر اور تال ملاتے۔ یہ سب کہاں برداشت کر سکتے تھے کہ شراب و کباب اور رقص و شباب کی محفلوں، فحاشی و بدکاری کے اڈوں کو روکا جائے اور ان کی جگہ قال اللہ و قال الرسول کی ندائیں سنائی دیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر عمل کیا جائے۔

حکومتی مشینری حرکت میں آئی اور جی سکس میں فحاشی کا اڈا چلانے والی بدکار عورت کے بدلے پولیس نے جامعہ حفصہ کی پاک باز دو معلمات کو مدرسے آتے ہوئے اغوا کر لیا۔

ساتھ ہی ابلاغی اداروں کی ڈوریں کھینچی گئیں اور ہر طرف قانون کو ہاتھ میں لینے، ریاستی رِٹ کو چیلنج کرنے اور 'حکومت کے خلاف محاذ آرائی کی جارہی ہے' کی دُہائیاں دی جانے لگیں۔

اس موقع پر غازی صاحب نے مبنی بر حق اور عادلانہ موقف اپنایا، اور اس کا برملا عقلاً و شرعاً بیان کیا۔ غازی صاحب نے فرمایا:

> ''جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ جب آپ کسی برائی کو کہیں دیکھیں تو اس کو ہاتھ سے روکا جائے...... لہٰذا طلبہ اس کو روک رہے ہیں۔''[۲۵]

---

[۲۵] Al Jazeera English's programme "Witness", with Rageh Umaar [نشر شدہ گیارہ (۱۱) اگست ۲۰۰۷ء]

دوسری جگہ فرمایا:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جب تم کسی بری چیز کو دیکھو تو اسے ہاتھ سے روکو اور اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو زبان سے اس کو کہو کہ یہ بری ہے۔ اور وہ بھی اگر استطاعت نہیں رکھتے تو دل سے برا جانو، لیکن یہ ایمان کا بڑا کمزور درجہ ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ اگر میں برائی کو اپنے پڑوس میں ہوتا ہوا دیکھ رہا ہوں اور ہم پولیس کو بتا بتا کر تھک گئے ہیں۔ قانون حرکت میں نہیں آرہا۔ تو کچھ نہ کچھ تو اس کا کرنا ہے ناں......

......کچھ دیر کے لیے اسلام کو چھوڑ دیں، شریعت کو بھی چھوڑ دیں یہ جو کام ہیں مثلاً بلیو (فحش) فلموں کا جو کاروبار ہے یہ آپ بھی جانتے ہیں میں بھی جانتا ہوں سب جانتے ہیں کہ یہ ہو رہا ہے اور بڑا openly (کھلم کھلا) ہو رہا ہے۔ یہ جسم فروشی کا کام جو خاتون کر رہی تھیں، openly کر رہی تھیں۔ یہ تو اس وقت جو ہمارا جو بھی لاء (قانونِ پاکستان) ہے جیسا تیسا لاء ہے وہ بھی اجازت نہیں دیتا۔"[۲۶]

ایک اور جگہ فرمایا:

"میں ایک مثال سے عرض کروں گا...... کہ ہمارے گھر کے باہر سٹریٹ (گلی) میں کوڑے کا بڑا ڈرم پڑا ہوتا ہے۔ یہ ڈرم اٹھانا کس کی ذمہ داری ہے؟ بلدیہ والوں کی...... ظاہر ہے!

اب فرض کیا کہ بلدیہ والے اس کو نہیں اٹھاتے، (لوگ) کہتے ہیں، درخواست کرتے ہیں اہلِ محلہ کہ اٹھالو۔ اور بدبو وہاں سے آنے لگتی ہے۔ اب جب انتہائی بدبو آتی ہے تو لوگ سب مل کر...... ہم سب مل کر کہتے ہیں کہ چلو جی کوئی گاڑی منگواؤ اور اس میں ڈالو اور لے جائیں۔

---

[۲۶] جیو نیوز پر ڈاکٹر شاہد مسعود کے پروگرام 'میرے مطابق' میں گفتگو (۲، اپریل ۲۰۰۷ء)

جب ہم اس گند کو اٹھا کر پھینک کے آجاتے ہیں کہیں، تو......بلدیہ والے آجاتے ہیں کہ جناب آپ کا تو یہ کام ہی نہیں تھا۔ آپ نے یہ کیوں کیا؟ آپ نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے!

میں اسی بات پر آؤں گا کہ (ہم) قانون کو ہاتھ میں لینا نہیں چاہتے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ یہ سب ایسے ہو رہا ہے......اور ادارے کام نہ کر رہے ہوں تو پھر آدمی کہاں جائے؟"[۲۷]

غازی صاحب کی مسلمان معاشرے سے محبت اور ہمدردی و اصلاح کا جذبہ اس بات سے بھی عیاں ہے کہ جب آپ کے سامنے ایک سائل نے یہ کہا کہ 'یہ فحاشی کا کاروبار کرنے والی عورتیں مجبور ہیں، اگر یہ کام نہیں کریں گی تو ان کے نان نفقے کا انتظام کہاں سے ہو گا؟ اگر آپ ان کے خلاف ہیں اور ان کا کام دھندا بند کروانا چاہتے ہیں تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ان کے نان نفقے کا انتظام کریں گے؟'۔ جواباً غازی صاحب نے فرمایا:

"اگر آپ یہ بات کرتے ہیں، تو ہاں ٹھیک ہے......ہم ایسی عورتوں کے نان نفقے کی ذمہ داری لینے کو بھی تیار ہیں اگر یہ عورتیں یہ کام چھوڑ دیں!"[۲۸]

---

[۲۷] خوشنود علی خان کے پروگرام ٹاکرا میں گفتگو، (۴، اپریل ۲۰۰۷ء)

[۲۸] ایضاً

نفاذِ اسلام کی کوششیں

غازی صاحب سری و جہری ہر طریقے پر نفاذِ شریعت اور اقامتِ دین کی دعوت دیتے رہے اور اس دعوت کے دینے میں آپ نے خوب حکمت سے کام لیا۔ ہمارے خطے میں یہ دعوت نہ تو کوئی نئی دعوت ہے اور نہ ہی پہلی بار کسی نے یہ صدا بلند کی ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، محدث وفقیہ علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی، مفتیٔ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، بائیس (۲۲) نکات مرتب کرنے والے اکابر علمائے کرام[۲۹]، امیرِ شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، علامہ سیّد محمد یوسف بنوری سے لے کر فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا یوسف لدھیانوی، شیخ ولی اللہ کابل گرامی، مولانا حق نواز جھنگوی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا صوفی محمد اور خود غازی صاحب کے والدِ گرامی مولانا محمد عبد اللہ غازی تک اور سیکڑوں علماء (نوّر اللہ مرقدہم) ایسے ہیں جنہوں نے نفاذِ اسلام کے لیے دعوت و جہاد کے میدان گرم کرنے کی صدا لگائی۔

غازی صاحب بھی شروع دن سے اس نظام کا دجل جانتے تھے اور جانتے تھے کہ اس نظام کے ڈھانچے میں رہتے ہوئے اقامتِ اسلام ناممکن ہے۔ آپ نے پہلے ہی مرحلے میں براہِ راست ٹکراؤ سے اجتناب کیا اور آپ کے برادرِ کبیر مولانا عبد العزیز غازی اور آپ خود نظام کی خرابیاں اور اس کا فساد بیان کرتے رہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کی دعوت دیتے رہے۔ آپ نے حکمرانوں کو بھی غیر اللہ کے نظام کو ترک کرنے اور اسلامی نظام کے قیام کی طرف دعوت دی، علمائے کرام اور مسلمان عوام و خواص کو بھی نفاذِ اسلام کے لیے تحریک کی بنیاد پر جمع ہونے اور اقامتِ شریعت کی خاطر کوششیں کرنے اور قربانیاں دینے کی تحریض دلائی۔

---

[۲۹] اسلامی مملکت کے بنیادی اصول (۲۲ نکات) اس دستاویز پر علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا داود غزنوی، حاجی خادم الاسلام محمد امین (خلیفہ حاجی صاحب ترنگ زئی)، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا اطہر علی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا شمس الحق فرید پوری (ڈھاکہ)، مولانا محمد حبیب الرحمٰن (ڈھاکہ)، مولانا احمد علی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد اسماعیل، پیر محمد امین الحسنات سمیت کئی اور اکابرین نے علمائے کرام کے ایک اجلاس (منعقدہ ۲۱ تا ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء) میں دستخط کیے اور یہ مطالبہ کیا کہ جلد از جلد نظامِ اسلامی مملکتِ پاکستان میں نافذ کر دیا جائے۔

اسلام ہی اس ملک کا سامانِ بقا ہے!

مملکتِ پاکستان کے مقصدِ تاسیس اور آج کل کے نام نہاد روشن خیالوں کو مخاطب کر کے غازی صاحب نے ایک جگہ فرمایا:

> ”یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا...... اس کے لیے قربانیاں دی گئیں، ہماری بہنوں نے ماؤں نے قربانیاں دیں۔ قربانیاں آپ کے سامنے ہیں بڑا خون لگا ہے...... یہ ملک آسانی سے نہیں بنا ہے۔ ایسے میں اس کا جو مقصد تھا، جو ہدف تھا...... جو ہم نے پڑھا ہے ......وہ تو یہی ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ! (لہٰذا یہاں اسلام کا نفاذ ہونا چاہیے)۔
>
> اگرچہ آج کل بہت سے لوگ جو ہیں، ماڈرن لوگ جو ہیں enlightened (روشن خیال) قسم کے لوگ جو ہیں، میں so-called enlightened (نام نہاد روشن خیال) کہوں گا وہ کہہ رہے ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے۔“[30]

ایک اور مقام پر غازی صاحب نے فرمایا:

> ”حالات کچھ ایسے ہیں کہ یہ ملک خدانخواستہ بکھر سکتا ہے، اس کو بکھرنے سے بچانے کے لیے جو واحد ہمارے پاس راستہ ہے (وہ اتفاق و اتحاد ہے)...... (اور اس اتفاق و اتحاد کا راستہ) یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اوپر (ہم) سب کو جمع کر سکتے ہیں۔ اس پر کسی کا اختلاف نہیں ہو گا۔ اس پر سارے کے سارے جڑ سکتے ہیں۔ اس لیے (آج کے حالات میں) یہ نفاذِ اسلام کا مطالبہ اس وقت (ہم) ذرا زیادہ زور و شور سے (کر رہے) ہیں۔

---

[30] بحوالہ 'Live with Talat'، طلعت حسین کے ساتھ (آج ٹی وی)

میرے خیال کے مطابق علمائے کرام سارے ہی یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ جس مقصد کے لیے ہم نے یہ ملک لیا تھا، ہماری بہنوں نے، ماؤں نے قربانی دی، بھائیوں نے قربانی دی...... آخر اتنا خون لگا ہے اس ملک کے لیے...... اس قربانی کا مقصد کیا تھا؟

اس کا مقصد یہی تھا جو ہمیں بتایا گیا ہے، جو ہم نے پڑھا ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ! اس کے اوپر ساری کاوشیں ہوئیں، ساری کوششیں ہوئیں اور اس کے بعد یہ ملک بنا۔ لیکن بد قسمتی سے یہاں اسلامی نظام کا نفاذ نہیں ہو سکا۔"[31]

گویا غازی صاحب کی درج بالا بات، مولانا ناز کی کیفیؔ[32] کے اس شہرۂ آفاق شعر کی تشریح ہو گئی کہ

اسلام ہی اس ملک کا سامانِ بقا ہے
بنیاد پہ قائم نہ رہے گا تو فنا ہے

اسلام کی دستک

جس زمانے میں لال مسجد سے نفاذِ شریعت کی صدا بلند ہوئی تو بے نظیر بھٹو نے پاکستان کے مختلف اخبارات میں ایک کالم بعنوان "اسلام آباد کے دروازوں پر عسکریت پسندوں کی دستک" لکھا۔ اس کے جواب میں مولانا عبد الرشید غازی نے ایک کالم لکھا جو ہم آگے من و عن نقل کر رہے ہیں۔ مولانا عبد الرشید غازی کی اس تحریر میں جہاں جہاں بے نظیر اور ایک جگہ الطاف حسین کا ذکر ہے وہاں زرداری، نواز شریف، شہباز شریف، عمران خان، کیانی، پاشا، باجوہ اور عاصم منیر کا نام لکھ کر اسے پڑھا جائے تو بھی اس کا اثر برقرار بلکہ زیادہ بڑھ جائے گا۔ غازی صاحب نے اس تحریر میں

[31] جیثمین منظور کے پروگرام 'دی پلس (The Pulse)' میں گفتگو
[32] فرزند مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی

'سیاسی' انداز اپنایا ہے تاکہ ہر طبقہ (دین داروں سے لے کر لادین سیکولروں تک) نفاذِ اسلام کی اہمیت، ضرورت اور اس کی برکتوں کو آسانی سے سمجھ سکے اور اسلام اور انتہا پسندی، دہشت گردی، شدت پسندی وغیرہ میں تمیز کر سکے۔

'اسلام آباد کے دروازوں پر "اسلام" کی دستک' از قلم مولانا عبد الرشید غازی

مختلف اخبارات میں بے نظیر بھٹو کا ایک کالم بعنوان "اسلام آباد کے دروازوں پر عسکریت پسندوں کی دستک" شائع ہو رہا ہے، جس میں غالباً امریکی خوشنودی کے پیشِ نظر "طالبانائزیشن" اور "انتہا پسندی" کو ہوّا بنا کر پیش کیا گیا ہے اور یہ احساس دلایا گیا ہے کہ چونکہ محترمہ کا اپنے دورِ حکومت میں "انتہا پسندی" سے بارہا پالا پڑا ہے، لہٰذا فوجی قیادت کو کالے برقعوں کا یہ خالصتاً نسوانی معاملہ، بی بی کے ہاتھوں میں تھما کر واپس بیرکوں میں جا کر محض تماشہ دیکھنے پر اکتفا کرنا چاہیے۔

محترمہ نے جابجا اس بات کو باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں اسلام پسند عناصر "انتہا پسندی" کو فروغ دے رہے ہیں۔ ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہاں "انتہا پسندی" سے ان کی کیا مراد ہے؟ اگر انتہا پسندی سے محترمہ کی مراد معصوم عوام کو قتل کرانا یا لاپتہ کرانا یا سیاسی مقاصد کے لیے انہیں لوٹنا، سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا اور دیگر تخریبی سرگرمیاں ہیں تو دنیا کا کوئی قانون اور مذہب اس کی اجازت نہیں دے سکتا اور اگر اس سے مراد اس سسٹم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہے، جو متفق علیہ اقدارِ اسلامی مثلاً جہاد اور حجاب وغیرہ پر قدغن لگائے، جو ظلم کو تحفظ دے، شعائرِ اسلامی کا کھلم کھلا مذاق اڑائے اور جس میں عوام سسک سسک کر جینے پہ مجبور ہوں تو یہ ہرگز انتہا پسندی نہیں بلکہ اپنے جائز حقوق کا مطالبہ ہے۔

ایک مسلم معاشرے کا یہ جائز حق ہے کہ اس میں اوپر سے نیچے تک، ہر فرد میں حقیقی اسلام کی جھلک نظر آئے۔ اگر اسلامی معاشرے کا کوئی فرد، اپنی معاشرتی روایات سے غداری کرے تو وہ پورے معاشرے کا مجرم ہے، لہٰذا اسے قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔ آج جن اسلامی سزاؤں کو العیاذ باللہ وحشیانہ بتایا جاتا ہے اور جن کے نفاذ کی بات کرنے پر ہمیں انتہا پسند، دہشت گرد، قدامت پسند اور نجانے کن کن القابات سے نوازا جاتا ہے، درحقیقت یہی سزائیں ایک مثالی اسلامی معاشرے کی بنیاد ہیں۔ اسلام ایک دینِ فطرت ہے، انسانوں کے جذبات اور مزاج کے عین مطابق ہے۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اسلام جہاں جرائم کی بیخ کنی کرتا ہے وہیں ان جرائم کے اسباب کا قلع قمع بھی کرتا ہے۔ پس دہشت گردی اور حقیقی اسلام میں وہی فرق ہے جو ایک قاتل کے خنجر اور جرّاح کے نشتر میں ہوتا ہے۔ غور کیجیے کہ ایک انسانیت کو موت ہے مگر دوسرا انسانیت کے لیے سراپا زندگی۔ کوئی جنونی کسی بے گناہ کو ظلماً قتل کر دے تو بلاشبہ وہ دہشت گرد ہے، لیکن معاشرے کے کسی ناسور کے لیے کوئی جج اگر پھانسی کا حکم دے تو یہ عین انصاف ہے۔ اسلام میں عدل و انصاف کے پیمانے بہت سادہ، واضح اور دوٹوک ہیں اور ہونا بھی یہی چاہیے۔ بدعنوان، کرپٹ لٹیرے، عیّاش اور بدمعاش عناصر کے لیے اسلام میں کوئی رعایت نہیں۔ ''نفاذِ اسلام'' کا نعرہ سن کر اگر یہ عناصر چیخ و پکار شروع کر دیں تو یہ بالکل فطری سی بات ہے۔ قومی خزانے کو شِیرِ مادر سمجھ کر گلچھرے اڑانے والوں کو ''نفاذِ شریعت'' سے بدکنا ہی چاہیے اور اس پر حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر اس ملک میں شرعی نظام قائم ہو گیا تو ان کے اللوں تللوں کی ایک ایک پائی کا حساب لیا جائے گا۔

اگر الطاف حسین اور بے نظیر بھٹو کا دامن صاف ہے، اگر ان کے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے تو انہیں ''انتہا پسندوں'' سے ڈرنے یا گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ نظام بے گناہ اور مظلوم لوگوں کے لیے سراپا رحمت و مودّت ہے۔ محترمہ نے لکھا ہے کہ ''میں مسلمانوں کی اکثریت کی

طرح اپنے مذہب پر فخر کرتی ہوں''، اگر محترمہ مسلمانوں کی اکثریت کی پیروی میں فخر کر سکتی ہیں تو اب انہیں اکثریت ہی کی تقلید کرتے ہوئے نفاذِ اسلام کی حمایت بھی کرنی چاہیے۔

موصوفہ نے ''طالبانائزیشن'' کے خلاف جن جملوں سے رائے عامّہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی ہے ان میں سے چند اس طرح ہیں۔ ''ڈنڈا بردار اہم عہدوں پر پہنچ جائیں گے، یہ عناصر از سرِ نو منظّم ہو رہے ہیں، اسلحے سے لیس ہو چکے ہیں، خودکش حملوں کا استعمال کر رہے ہیں جس سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے، یہ انتہا پسند عالمی مالیاتی مارکیٹوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنا دیں گے'' وغیرہ وغیرہ۔ عالمی مالیاتی اداروں کے لیے خطرے کا الارم بجا کر محترمہ نے اس ظالم سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش ہے، جو چند افراد کے کندھوں پر سوار ہو کر دنیا کی اکثریت پر مشتمل غریب طبقے پر حکمرانی کر رہا ہے۔ خودکش حملوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شاید محترمہ اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھیں کہ خودکش حملہ، تفریحِ طبع یا دل پشوری کے لیے کوئی نہیں کرتا، بلکہ اس کے پیچھے محرومیوں اور مایوسیوں کے طویل سلسلے ہوتے ہیں، یہ ناتمام آرزوئیں، ادھوری تمنائیں اور بے بسی کی انتہائیں ہاتھوں میں ڈنڈے بھی پکڑا سکتی ہیں اور سینے پر بم بھی سجا سکتی ہیں [۳۳]۔ ہمارا مسلم معاشرہ، جو کبھی علم و فضل کی آماجگاہ اور فنون و ثقافت کی جولانگاہ

[۳۳] مولانا عبد الرشید غازی شہید یہاں جب مایوسیوں کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے وردی و بے وردی حکمران طبقے سے مایوسی مراد ہے۔ وہ حکمران طبقہ جس نے نفاذِ نظامِ کفری پر اصرار کیا۔ اگر اسلام قائم ہو اور شریعت کا عادلانہ قانون جاری ہو تو کہیں کوئی مایوسی اور محرومی نہیں بچے گی۔ 'ناتمام آرزوئیں' اور 'ادھوری تمنائیں'، لا الٰہ الا اللہ کے نام پر ملک حاصل کر کے وہاں انگریزی نظام نافذ کر دینے کے سبب ہیں۔ پھر جب ایک طرف نظامِ انگریزی نافذ ہو اور دوسری طرف اپنے اور پرائے سبھی اس پر 'کسی نہ کسی صورت' راضی نظر آتے ہوں تو بے بسی کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ پھر یہ سب جذبات شریعت کے 'نفاذِ شریعت' کے حکم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جذباتیت نہیں حقیقت پر مبنی اقدامات اٹھواتے ہیں، جن کا نام دعوت و جہاد ہے۔ پھر یہی دعوت و جہاد کہیں ''ہاتھوں میں ڈنڈے بھی پکڑا سکتے ہیں اور سینے پر بم بھی سجا سکتے ہیں''۔ پھر غازی صاحب کے دیگر اقوال اور ان عملی افعال خاص کر 'شہادت' اس بات کی سب سے بڑی موئید ہے کہ غازی صاحب نے یہاں جو جملے تحریر کیے ہیں ان کا معنیٰ و مطلب اور تشریح و مفہوم کیا ہے۔ فدائی حملے (جنہیں عرف میں غلط طور پر خودکش کہا جاتا ہے) یعنی فی اللہ شہادت تو فی سبیل اللہ امید و رَجا اور عزم و ہمت کی اعلیٰ صورت ہیں۔

تھا، حقیقی اسلامی نظام نہ ہونے کی وجہ سے بحیثیت مجموعی احساسِ کمتری، مظلومیت اور بے بسی کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔ اس کا اصل مسئلہ ''روشن خیالی'' ہے نہ لولی لنگڑی امپورٹڈ جمہوریت، بلکہ ہمیں دنیا کے دوسرے ممالک، ایران و اسرائیل کی طرح مذہب پر آئین کو مرتب کرنا چاہیے۔ ''اسلام'' جدید دور کے ہر چیلنج سے نمٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کے عملی مظاہرے کے لیے کرۂ ارض پہ چھوٹا سا ٹکڑا تو ایسا ہونا چاہیے جہاں بادشاہ سے لے کر عام شہری تک، رسم و رواج سے لے کر نظامِ ریاست تک اور قانون سے لے کر سزا تک سب کچھ ہمارا اپنا ہو۔ اس میں کسی سے مانگی ہوئی بھیک شامل نہ ہو۔ اگر یہ مذہبی فریضہ جو تمام مسائل کا واحد حل ہے، امن و آشتی سے پورا ہو جائے تو یقین کریں ہمارے ہاتھوں میں ڈنڈے نہیں، آپ کے لیے پھولوں کے ہار ہوں گے وگرنہ ہمیں بھی ہر طریقے سے احتجاج کا حق حاصل ہو گا۔

موصوفہ نے اپنے کالم میں موقع بموقع جامعہ حفصہ کی طالبات کے خلاف حکومتی ایجنسیوں کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈے کی بعض جزئیات کو بھی بڑی شدّ و مدّ سے بیان کیا ہے۔ نیز سابقہ حکومتوں کے ہاتھوں پی پی کے کارکنوں پر تشدد پر بھی دکھ کا اظہار کیا ہے۔ طالبات سے متعلق ان کا کہنا ہے کہ طالبات نے ویڈیو سینٹرز بند کرا دیے ہیں اور دھمکیاں دی ہیں۔ اسلام آباد کے گرلز سکولوں میں تالے لگا دیے ہیں۔ حکومت نے اسلحے سے بھرا ہوا ایک ٹرک لال مسجد تک پہنچا دیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان جھوٹے الزامات کا جواب، آپ بذاتِ خود اسلام آباد آ کر بچشمِ خود دیکھ کر پا سکتی ہیں۔ یا پھر اسلام آباد کے رہائشی ہی آپ کو بتا کر ان الزامات کی قلعی کھول سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک آپ کے کارکنوں پر تشدد کی بات ہے۔ تو خاطر جمع رکھیے! آپ کی ''ہراساں توقعات'' کے عین مطابق، عنقریب پاکستان میں نفاذِ اسلام ہونے کو ہے، پھر کسی بدمعاش کو اتنی جرأت نہ ہو گی کہ وہ معصوم شہریوں بشمول پی پی کے کارکنوں کو خوف زدہ کرے یا ان پر ظلم کرے، کیونکہ اسلام ہر قسم کے ظلم کی جڑ پر وَار کرتا ہے۔

محترمہ نے پرویز مشرف کی حکومت پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ لال مسجد کی پشت پناہی کر رہی ہے اور ان کے خلاف کماحقّہ کارروائی نہیں ہو رہی۔ یہ لکھتے ہوئے بے نظیر بھٹو شاید وہ وقت بھول گئی ہیں، جب ان کے زمانۂ اقتدار میں اسی لال مسجد کے مولانا محمد عبداللہ شہیدؒ کو بزورِ طاقت ہٹانے کی بھرپور کوششیں کی گئیں، تاہم حکومت کی یہ کوششیں بری طرح ناکام ہوئیں اور بالآخر بے نظیر صاحبہ کو عملی طور پر اپنی شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ وہ انگشت بدنداں ہیں کہ جامعہ حفصہ میں فوجی افسران کی بیٹیاں بھی ڈنڈے اٹھائے کھڑی ہیں، ان کے والدین انہیں منع کیوں نہیں کرتے؟ دراصل یہ ذرا ٹیکنیکل قسم کی باتیں ہیں جو "حمیتِ دینی" اور "غیرتِ اسلامی" سے تعلق رکھتی ہیں۔ شاید ان الفاظ کو سمجھنے کے لیے آپ کو اردو ڈکشنری کھولنے کی ضرورت پڑ جائے۔ لہٰذا ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اپنے نازک شاہی ذہن پر ان قدیم الفاظ کا بوجھ مت سوار کریں۔ نیز یہ امر قابلِ تعجب ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو ایک عرصے تک پاکستان کی واحد خاتون سربراہ رہ چکی ہیں، کیا وہ بھی یہ سمجھتی ہیں کہ مملکتِ خداداد کے شہری خصوصاً ایک خالصتاً نسوانی تعلیمی ادارے کی طالبات اگر حکومت سے کوئی جائز مطالبہ کریں تو اسے سختی سے کچل دینا چاہیے، کیا یہ رویہ "تشدد پسندی" نہیں ہے؟ اور کیا پی پی پی کی قیادت ایسے اقدامات کو جائز تصور کرتی ہے؟ البتہ جہاں تک ہم پر حکومت کی پشت پناہی کا الزام ہے، تو اے کاش ایسا ہوتا! اگر حکومت ہماری پشت پناہ بن کر نفاذِ اسلام کے لیے مخلص ہو جائے تو پھر ہمیں ڈنڈے اٹھانے کی کیا ضرورت ہے، یہی ہمارا اہم ترین مطالبہ ہے۔

محترمہ نے اس خدشے کا اظہار بھی کیا ہے کہ "ہو سکتا ہے کہ وفاق اور پنجاب میں بھی نفاذِ اسلام کے حامی (ان کے الفاظ میں انتہا پسند) موجود ہوں"۔ جی ہاں، آپ کے اندازے سو فیصد درست ہیں، وفاق اور پنجاب ہی نہیں، الحمد للہ بلوچستان سرحد اور سندھ کی ہر گلی اور ہر گھر میں نفاذِ شریعت کے حامی موجود ہیں، غور کریں تو آج پاکستان کے ہر عالمِ دین، ہر دانش ور اور عوام کی زبان پر اس بے ہودہ اور فرسودہ نظام کی تبدیلی کی بات آ چکی ہے اور عوام دلی طور پر ان کے ساتھ

ہیں۔ بہت جلد آپ وہ منظر دیکھیں گی کہ اسلام آباد کے دروازوں پر، اس آمرانہ اور ظالمانہ نظام کے ڈسے ہوئے مسلمان کھڑے ہو کر "انقلابِ اسلامی" کی روح پرور اذانیں بلند کر رہے ہوں گے۔ اور ہاں، آخری بات! محترمہ اگر غور سے کان لگائیں تو اسلام آباد کے دروازوں پر "عسکریت پسندی" نہیں بلکہ "اسلام" کی دستک انہیں واضح طور پر سنائی دے گی۔ [۳۴]

جمہوری نظام کا فساد

اب آٹھ دہائیاں ہونے کو آئیں، ہمارے ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ نہ ہوا اور اس کی جگہ ایک غیر اسلامی، بودا، فرسودہ اور کرپٹ جمہوری نظام مغرب سے درآمد کر لیا گیا۔ جمہوری نظام کی فرسودگی اور فساد کو بیان کرتے ہوئے ایک ٹی وی ٹاک شو میں آپ نے فرمایا:

> "ہم تو اس جمہوری نظام کو بھی غیر اسلامی سمجھتے ہیں، کہ یہ جمہوریت بھی اسلامی نہیں ہے۔ اسلامی نظام بالکل altogether different (سراسر مختلف) ہے۔ اس لیے کہ جمہوریت کے اندر جو ووٹ ہے، اس کو گنتے ہیں۔ اس کو تولتے نہیں ہیں۔
>
> اسلام میں صاحب الرائے لوگوں کی (رائے اہمیت کی حامل ہے)۔ دیکھیں میں آپ کو مثال دیتا ہوں۔ جمہوریت کے اندر ایک بھنگی، چرسی، شرابی جس کو اپنے interest (فائدے) کا نہیں پتہ......(یعنی) ملک کا interest تو بہت دور کی بات ہے اس کو اپنے interest کا نہیں پتہ، اس کو اپنی فیملی کے interest کا نہیں پتہ......اس (طرح کے شخص) کا ووٹ کتنا ہے؟ ایک ہے!

[۳۴] بحوالہ: اشراف بن کشمیر کا مرتب کردہ کتابچہ 'غازی کے قلم سے'

اور ایک بہت ہی صاحبِ فراست، intellectual (ذہین و مفکر) اور ایسا شخص جس کی پورے ملک کے حالات پر ایک گہری نظر ہے، اس کا بھی ووٹ کتنا ہے؟ ایک......!"

سوالاً تبصرہ کیا گیا کہ:

"(یہی تو) مساوات ہے۔ محمود و ایاز اکٹھے ہیں، ایک ہی صف میں ہیں!؟"

جواباً فرمایا:

"نہیں، نہیں! (محمود و ایاز اکٹھے) چل رہے ہیں، ایک ہی صف میں کام کر رہے ہیں، یہ اور بات ہے!

لیکن جہاں بات ہو گی رائے کی تو وہاں صاحب الرائے لوگوں کی بات مانی جائے گی۔

ہمارے یہاں کیا وجہ ہے کہ سسٹم (نظام) صحیح طریقے سے چل نہیں رہا؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ ووٹ کو گنا کرتے ہیں اور اسی پر علامہ اقبال کا شعر بھی ہے کہ

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے!"[۳۵]

غازی صاحب نے اس نظامِ طاغوت سے برأت کا اظہار کیا اور حقیقی تبدیلی کے لیے اسلام کے عادلانہ نظام کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا:

[۳۵] بحوالہ 'Live with Talat'، طلعت حسین کے ساتھ (آج ٹی وی)

''ہم (موجودہ) نظام کے خلاف ہیں اور ہم پر امن انداز سے ملک میں ایک تبدیلی چاہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ (مقتدر طبقے) ہمیں دبانے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ انتشار اور تشدد کی صورت اختیار کر سکتا ہے!''[۳۶]

علمائے کرام کو دعوت

غازی صاحب نے اس موقع پر جہاں عوام میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور نظامِ اسلامی کے قیام کی دعوت دی تو ساتھ ہی وقت کے بڑے بڑے علمائے کرام، رہبرانِ دین و ملت اور داعیانِ دین کو بھی مخاطب کیا اور ان کو ان کا نبوی وراثت والا فریضہ یاد دلایا۔ آپ نے رہبرانِ دین و ملت کو نہایت ادب کے ساتھ یاد دلایا کہ ہمارا کام اس دین کی خاطر کھپنا، اپنی جانوں کو گھلانا، اس کی خاطر قربانیاں دینا ہے۔ آپ نے بیان کیا کہ ہمارا مزاج چلے چلائے سسٹم میں بس 'ایڈجسٹ' ہونے کا بن گیا ہے اور ہم کچھ بھی انقلابی و تحریکی کام نہیں کرنا چاہتے۔ جب اللہ کے گھر، مساجد کے انہدام کا معاملہ ہوا اور بعض حضرات نے آپ کو بس زندگی بچانے، جانیں بچانے اور ٹکراؤ سے اجتناب کی راہ سجھائی تو آپ نے نہایت درد و سوز مندی کے ساتھ فرمایا:

''(ہمارا مزاج بن گیا) ہے کہ باہر درس گاہ سے نکلیں اور جوتیاں سیدھی ہمیں ملیں...... ہمارا ایک مزاج بن گیا ہے کہ ہم دھکا نہیں کھانا چاہتے، ہم یہ نہیں چاہتے، (کہ) ٹینشن ہو، تو میں کہا کرتا ہوں کہ اگر (اللہ تعالیٰ نے) اس طرح ٹھنڈی ٹھنڈی دین کی خدمت کروانی ہوتی...... تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی خدمت کروالی ہوتی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسی ٹھنڈی ٹھنڈی خدمت کروالی ہوتی۔

---

[۳۶] Al Jazeera English's programme "Witness", with Rageh Umaar [نشر شدہ گیارہ (۱۱) اگست ۲۰۰۷ء]

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابۂ کرام کو ایسے مراحل سے گزارا کہ جن کے اندر مشکلات بھی ہیں، جس کے اندر ٹینشن بھی ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹینشن نہیں ہوتی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو روتے کیوں تھے؟ مسائل کی وجہ سے، حالات کی وجہ سے کہ یہ کیسے ہو گا؟ کیسے ہم کریں گے؟ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) جہاد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو خون مبارک بھی بہا، دانت مبارک شہید ہوئے، ہم میں سے کتنوں کو ابھی پتھر (بھی) لگے ہیں؟ ہم پتھر کھانے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ دھکا بھی نہ پڑے۔ کوئی ہمیں اوئے بھی نہ کہے..... ہمیں کوئی اوئے بھی نہ کہے اور ہماری ایک ریسپیکٹ (respect/احترام) ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مجنوں بھی کہا گیا، کیا کچھ کہا گیا نعوذ باللہ، لیکن ہماری ایک نفسیات بن گئی ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم ایک روٹین میں جو لائف (زندگی) ہے ناں ہماری (وہ خراب نہ ہو)..... یہ تو ایک عام آدمی کی سوچ ہے، عام دکان دار کی سوچ ہے، ملازمت کرنے والے جو لوگ ہیں، عام آدمی، یہ تو اس کی سوچ ہے کہ میری روٹین ڈسٹرب نہ ہو، میں اپنی روٹین میں رہوں۔ ہمیں تو میرا خیال ہے کہ ہر طرح کے اس (قربانی) کے لیے تیار رہنا چاہیے، ٹینشن کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے، ساری چیزوں کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے اور ہمیں اتنی جلدی سرنڈر (surrender) نہیں کر دینا چاہیے۔''[۳۷]

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

کسی نے غازی صاحب پر الزام لگایا کہ آپ حضرات امریکی سی آئی اے کے لیے کام کرتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ آپ حضرات کو القاعدہ نے پاکستان میں کام کرنے کا 'گرین سگنل' دے دیا

[۳۷] علماء میں بیان، ۲۴ فروری ۲۰۰۷ء (یہ بیان صوتی صورت میں موجود ہے)

ہے[38]۔ کسی نے کہا کہ یہ پرویز مشرف کو مضبوط کرنے کے لیے ایجنسیوں کی طرف سے اس کی 'بی ٹیم' کے طور پر کام کر رہے ہیں، اور ان سب الزامات کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ کیسے ممکن ہے کہ کسی بڑی طاقت کی پشت پناہی کے بنا یہ حضرات کھڑے ہو گئے ہوں۔ اس پر غازی صاحب نے فرمایا:

> ''حضرات ایک بات بھول رہے ہیں...... ان کے خیال میں طاقت جو ہے وہ یا القاعدہ کے پاس ہے یا سی آئی اے کے پاس...... یعنی کسی کی بیک / back (پشت) پر اگر القاعدہ ہو تو وہ کھڑا ہو سکتا ہے تن تنہا یا سی آئی اے ہو، ان دونوں میں سے کوئی ہو تو (ہی کوئی کھڑا ہو سکتا ہے)۔ تو (حضرات) ایک چیز بھول رہے ہیں کہ ایمان کی طاقت پہ بھی تو کوئی کھڑا ہو سکتا ہے ؟!
>
> کوئی دیوانہ کھڑا ہو گیا، ایمان کی طاقت سے کھڑا ہو گیا!''[39]

آپ نے فرمایا کہ 'ہاں ہم ایجنسی کے لیے کام کرتے ہیں' لیکن کون سی 'ایجنسی'، تو فرمایا:

> ''ہم تو ایک ایجنسی کے ہیں...... وہ اللہ کی ایجنسی جو ہے ناں ...... اس کے ہیں ہم سارے کے سارے۔''[40]

---

[38] القاعدہ، مسلم سرزمینوں کا دفاع کرتی، نفاذِ دین اور اقامتِ خلافت کی خاطر دعوت و جہاد کی داعی اور جہادی جماعت ہے۔ القاعدہ امتِ مسلمہ کے دشمنوں کے خلاف دعوتِ مزاحمت اور امتِ مسلمہ کے لیے رحمت و شفقت کا پیغام ہے۔ القاعدہ سے منسلک ہونا کوئی جرم کی بات نہیں، بلکہ یہ تو عین اعزاز کا سبب ہو سکتا ہے۔ یہاں غازی صاحب نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ لوگ جان لیں کہ اگر کوئی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دے رہا ہو، اگر کوئی اقامتِ نظامِ اسلامی کی بات کر رہا ہو اور اپنی محنتیں و کاوشیں اس راہ میں کھپا رہا ہو تو لازمی نہیں کہ اس کی پشت پر کوئی منظم جماعت یا تنظیم کی طاقت بھی کار فرما ہو۔

[39] علما میں بیان، ۲۴ فروری ۲۰۰۷ء

[40] ایضاً

میں کھٹکتا ہوں دلِ 'شیطان' میں کانٹے کی طرح

ازل سے یہ طریقہ جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا کہ آگ اور پانی جمع نہیں ہو سکتے، جہنم و جنت ایک نہیں ہو سکتے، پھول کی پتی میں نرمی اور کانٹے میں سختی رکھ دی گئی ہے۔ ان تناقضات اور اضداد سے بڑھ کر، ایک دوسرے سے متناقض اور ایک دوسرے کی ضد، کفر اور ایمان ہیں۔ دونوں کے اپنے اپنے دھڑے، حزب الشیطان اور حزب الرحمان ہیں۔ دونوں کے اپنے اپنے جدا راستے اور جدا منزلیں ہیں۔ ایک طرف شیطان کی پرستش ہے تو دوسری طرف اللہ کی عبادت۔ ایک طرف نظامِ شیطنت ہے تو دوسری طرف نظامِ شریعت۔ شیطنت کے بہت سے عنوانات ہو سکتے ہیں لیکن شریعت ایک ہی ہے، دین ایک ہی ہے اور وہ ہے اسلام۔ اللہ نے اسی اسلام کے ساتھ وابستگی پر اپنی رضا کا اعلان کر رکھا ہے۔

اسلام وہ عالی دین ہے جس کے راہیوں کی منزلِ مراد، جن کا مقصودِ اصلی خود اللہ ربّ العالمین ہے۔ ربّ کی جانب جانے والے راہیوں کے امام، بعد از خدا بزرگ و برتر محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام، پھر صحابۂ کرام علیہم الرضوان، پھر صدیقین، شہداء، صالحین اور اللہ کے دیگر محبوبین و متقین۔

اسی راہِ الفت و معرفت کے راہیوں کا ایک بلند نام حضرت مولانا محمد عبد الرشید غازی ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کی مہار اللہ کی طرف موڑ دی اور پھر اللہ کی رضا و محبت کے حصول کی خاطر اس راہ میں سَرپَٹ دوڑے۔ آپ نے اسلام کو اپنا دین مانا اور ہر کفر و طاغوت کا انکار کیا۔ نتیجتاً اقبالؒ کے ایک مصرعے میں لفظی تصرف کے ساتھ آپ طواغیتِ زمانہ کے لیے ایسے ہو گئے کہ

ع میں کھٹکتا ہوں دلِ 'شیطان' میں کانٹے کی طرح!

اور شیطان اور اس کے حواریوں نے آپ کو اور آپ کے مشن کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

بقولِ شخصے، اسلام آباد کے قلب میں نفاذِ دین و شریعت کی دعوت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ساڑھے چھ ہزار پاک باز، باحجاب خواتینِ اسلام، یہ امریکہ اور اس کے حواریوں کے لیے ایسا ہے گویا اسلام آباد کے قلب میں کوئی 'ایٹم بم' رکھا ہو!

امریکی ایما پر اور مقامی طاغوتوں کے اشاروں اور 'آرڈر' کے سبب، فرنٹ لائن اتحادی حرکت میں آئے۔ اہلِ حق اور اہلِ باطل کی مثال ایسی تھی گویا چیونٹی بمقابلہ ہاتھی۔ ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) فوج و رینجرز کی نفری تعینات کی گئی اور ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) سپیشل سروسز گروپ کے کمانڈوز نے لال مسجد کو گھیر لیا[۴۱]۔ نیم عسکری ادارے اور پولیس کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

پرویزِ عصر، فرعونِ زماں، پرویز مشرف نے کہا کہ 'میں آج واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ سب مارے جائیں گے!'[۴۲]

مختلف سیاست دانوں، علماء اور بااثر شخصیات کو جمع کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ وہ جائیں اور غازی صاحب کو سمجھائیں کہ وہ باز آجائیں اور معافی مانگ لیں۔

لوگ آئے اور غازی صاحب کو سمجھانے لگے۔ غازی صاحب نے ایمان و معرفت کی کسی کیفیت میں دریافت کیا کہ باز آیا جائے تو کس کام سے اور معافی مانگی جائے تو کس بات پر؟ لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ پڑھنے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا دم بھرنے پر معافی مانگی جائے؟ نفاذِ شریعت کے مطالبے اور کوشش پر معافی مانگی جائے؟ مسلمانی سے باز آجایا جائے؟

---

[۴۱] بحوالہ آزاد دائرۃ المعارف وکی پیڈیا (انگریزی)، آرٹیکل کا نام 'Siege of Lal Masjid'

[۴۲] یہ بیان یوٹیوب پر دیکھا جا سکتا ہے۔

ان سمجھانے والوں کی نیتوں پر شک نہیں ہے، یقیناً وہ غازی صاحب اور دیگر کئی ہزار علماء، طلبہ اور طالبات کی جانیں بچانے کو آئے ہوں گے، لیکن تاریخ نیتوں پر فیصلے نہیں کرتی۔ سمجھانے والے حضرات میں علم و تقویٰ کے جبال بھی تھے لیکن کچھ حضرات ایسے بھی تھے جنہوں نے کچھ مثبت کردار ادا نہ کیا۔ [۴۳]

غازی صاحب نے بھی جان کو جان آفرین کے لیے قربان کر دینا حق جانا۔ آپ نے یہ حق پہچانا اور بیان کیا کہ ہم 'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' پڑھنے اور اس کی خاطر محنتیں کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم ہیں تو دین ہے، یا یہ کہ ہم بچ جائیں تو کچھ 'دین' کا حصہ بھی ہم بچا لیں گے، آپ نے فرمایا:

> ''آسمانی حقائق یہ ہیں کہ حق بہر حال غالب رہتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم رہیں تو حق غالب ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارے جانے کے بعد، یہ تحریک ایسی زور پکڑے کہ یہاں اسلامی نظام آ جائے۔ اگر اس طاغوتی نظام سے چھٹکارا ہماری جانوں کے جانے سے حاصل ہو جاتا ہے تو میرا خیال ہے کہ یہ سودا مہنگا نہیں ہے!'' [۴۴]

[۴۳] صحافی 'نصر اللہ ملک' سے بات کرتے ہوئے، غازی صاحب نے اپنے آخری پیغام میں اس بات کی جانب اشارہ کیا۔
[۴۴] بحوالہ دستاویزی فلم 'امامِ برحق' (۲۰۰۸ء، ادارہ السحاب اردو)

آپریشن سائلنس

طاغوتی ایوانوں میں یہ امر پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ دینِ اسلام کو اس کی اصل تعبیر کے ساتھ بیان کرنے والوں اور اس کے نفاذ کا مطالبہ و کوشش کرنے والوں کو بزورِ قوت کچلا اور دبایا جائے گا۔

اپنے دریدہ دامن کے چھیدوں کو چھپانے اور بد نما و داغ دار چہروں پر پڑے نقاب کو قائم رکھنے کے لیے مذاکرات کا ڈھونگ رچایا گیا۔ حکومتی ایوانوں میں دین کا نفاذ تو کجا مسجدوں میں اذان و نماز جسے جدید نظام کے عَلَم بردار اپنے دینِ سیکولرازم میں روا جانتے ہیں پر بھی پابندیاں لگا دینے کی خاطر امریکہ و امریکہ نواز مقتدر طبقوں نے لال مسجد کو 'لال خون' میں نہلانے کا فیصلہ کر لیا۔

۷ جولائی ۲۰۰۷ء کی ایک خون آشام شام کو ابرہہ ٔزماں اور اس کے ہاتھیوں کے لشکر نے اللہ کے گھر پر چڑھائی کر دی۔ اہلِ کفر چاہتے تھے کہ قوت کے استعمال کے ساتھ اہلِ حق کو دبا ڈالیں۔ جب اہلِ حق، اظہارِ حق کے بعد نفاذِ حق کی محنت سے باز آ جائیں گے تو اہلِ باطل دنیا بھر میں یہ دکھائیں گے اور اترائیں گے کہ ہمارا دعویٰ اور ہماری تعبیرِ دین درست تھی، تبھی تو یہ پھسل گئے۔

لیکن اہلِ حق تو 'الحق لاشریک لہ' کی مدد و استعانت پر چلتے ہیں۔ یہ اہلِ حق بھی عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی عزیمت کے سامنے شیریں و فرہاد کی داستانیں محض کہانیاں ہی ہوتی ہیں۔ یہ اہلِ حق عشق و مستی کے وہ ابواب رقم کرتے ہیں جن کا ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

۷ جولائی کو گولیاں چلنی شروع ہوئیں۔ سنائپر بندوقوں سے تاک تاک کر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حافظوں کے سینوں میں جلتے چراغوں کو بجھایا گیا۔ مارٹر گولوں سے مسجد کے میناروں اور گنبدوں کا نشانہ لیا گیا۔

یہ سب کم نہ تھا کہ اسلام کے خلاف عالمی جنگ کے سرغنہ امریکہ نے خدا کے گھر کو مسمار کرنے اور اللہ والوں کا نشانہ لے لے کر قتل کرنے کے لیے اپنے ڈرون طیاروں کی خدمات بھی 'پاک' فوج کو مستعار عطا کر دیں۔ ۸ اور ۹ جولائی کو

فضا میں 'ایم کیو–ون پریڈیٹر' ڈرون طیارے (MQ-1 Predator UAVs) آ گئے اور زمین پر مورچہ زن 'پاک' فوج کے سپاہیوں کو براہِ راست لال مسجد و جامعہ حفصہ کی فضائی تصاویر فراہم کی گئیں۔[۴۵]

اس دوران کہ جب فوجی آپریشن شروع ہو چکا تھا، تب بھی حکومتِ وقت مذاکرات کی نام نہاد 'دہائی' دیتی رہی اور یہ اعلان میڈیا پر کیا جاتا رہا کہ 'ہم پر امن حل کے خواہاں ہیں'۔ ایک طرف یہ ابلاغی دعوے تھے جب کہ دوسری طرف مستقل وحشیانہ عسکریت۔

اسی دوران دھوکے سے غازی صاحب کے برادرِ کبیر مولانا عبد العزیز صاحب کو گرفتار کر لیا گیا اور قومی ٹیلی وژن پر آپ کو عورتوں کے لباس میں پیش کیا گیا۔

خونِ مسلم کو بہنے سے بچانے کی خاطر غازی صاحب اور حکومت کی طرف سے کمیٹی میں موجود سیاست دانوں اور علماء کے ساتھ ایک معاہدہ طے پایا لیکن حکومت کا منشا خون خرابہ اور اہلِ اسلام کے خلاف ظلم و تعدی تھا، لہٰذا بیک جنبشِ قلم پرویز مشرف اور اس کے وزیروں مشیروں نے کسی بھی قسم کے معاہدے کو رد کر دیا۔

فوج و حکومت اس عرصے میں وقت حاصل کرتی رہیں، اور مسجد و مدرسے کا جس قدر سخت محاصرہ ہو سکتا تھا کر لیا گیا۔ نیز آخری فوجی کارروائی کی تیاریاں پوری کر لی گئیں۔

بالآخر ۱۰ جولائی کی صبح چودھری شجاعت حسین اور اعجاز الحق کے ذریعے یہ اعلانات مسجد کے باہر فوجی مورچوں سے بذریعہ لاؤڈ سپیکر کروائے گئے کہ مذاکرات ناکام ہو گئے ہیں اور چند ہی منٹ کے بعد سپیشل سروسز گروپ (ایس ایس جی) کے کمانڈوز نے اللہ کے گھر پر ہلّا بول دیا۔[۴۶]

---

[۴۵] بحوالہ خبر رساں ایجنسی 'آن لائن' (http://www.onlinenews.com.pk/details.php?id=114788)

[۴۶] بحوالہ پاکستان ٹائمز (http://www.pakistantimes.net:80/2007/07/11/top.htm)

یہ بھی کیسی عجیب بات ہے، اور دنیا میں ایسا کہاں ہوتا ہے کہ فریقین بھلے جنگ کے لیے بھی تیار ہوں لیکن وہ مذاکرات اور ڈائیلاگ کی بات کر رہے ہوں اور جیسے ہی مذاکرات وغیرہ میں کوئی تعطل آئے تو طاقت ور فوراً حملہ کر دے۔ اور فوراً، حقیقتاً فوراً ہی ہو کہ یہاں مذاکرات کی ناکامی کا اعلان ہوا اور وہاں چند منٹ میں فوجی مسجد و مدرسے پر چڑھ گئے۔

شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

غازی صاحب اور آپ کے رفقاء نے یہ سب جد وجہدِ دینی اللہ کی رضا کو پانے کی خاطر شروع کی تھی۔ بندۂ مومن کا شعار تو خود بندۂ مومن سے محبت کرنے والے ربّ نے بیان کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلاَّ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ..... (سورۃ التوبۃ:۵۲)

”کہہ دو کہ تم ہمارے لیے جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ (آخر کار) دو بھلائیوں میں سے ایک نہ ایک بھلائی ہمیں ملے؟“

دو بھلائیاں، فتح یا شہادت! یا تو بندۂ مومن کو اللہ کی راہ میں کھپتے، دعوت دیتے و جہاد کرتے غلبہ حاصل ہو رہے گا یعنی اللہ کے باغیوں پر فتح مل رہے گی اور اگر یہ نہ ہوئی تو حسنِ خاتمہ بصورتِ شہادت فی سبیل اللہ ہو گا۔

بندۂ مومن تو فتح بھی اپنے نفس کی خاطر، اپنی جان، اپنے قبیلے یا قوم و وطن کی خاطر نہیں چاہتا۔ یہ فتح بھی فی سبیل اللہ ہوتی ہے۔ بندۂ مومن نہ مال و جاہ کا طالب ہوتا ہے اور نہ ہی کشور کشائی اس کا مطمحِ و مقصد ہوتا ہے۔

محب و محبوب ربّ کے بندوں کے لیے فتح مقدر نہ ہو تو بھی ان بندوں کے مخالفین کے لیے دنیا میں صورتِ فتح، ابدی 'رسوائی' مقدر ہو چکی ہوتی ہے، اور شہادت کے تو کیا ہی کہنے ہیں؟

اسی شہادت فی سبیل اللہ کے متعلق، خدا کے بعد بزرگ و برتر، کامل و اکمل، فخرِ موجودات، رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا ہی تعجب خیز فرمان ہے:

”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَدِدْتُ أَنِّي أُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.“ (صحيح بخاري)

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں جنگ کروں اور

قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں،
پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔"

اور مجدد ملت، حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس حدیث کے ذیل میں کیا ہی عجیب بات فرمائی ہے:

"آہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر کیا گزرتی ہوگی جو یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر آئی، ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ضابط تھے...... صاحبو! شہادت میں کچھ تو لذت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس کی تمنا فرماتے ہیں۔"[۴۷]

یہی تمنا غازی صاحب کے دل میں بھی تھی۔ سچ یہ ہے کہ غازی صاحب رضائے الٰہی کے طالب تھے اور ان کو واضح نظر آگیا کہ اب رضائے الٰہی کا مجھ سے تقاضا فی سبیل اللہ قتل ہو جانا ہے۔

'پاک' فوج کے شقی سپاہیوں کی گولیاں جب غازی صاحب کی والدہ کو لگیں تو اپنی ماں کو کلمہ پڑھانے لگے اور ایک صحافی سے اسی دوران بات کرتے ہوئے کہا:

"میری شہادت اب یقینی ہے!"[۴۸]

آپ زبانِ قال وحال سے کہہ رہے تھے:

ہر تمنا دِل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا، اب تو خلوت ہو گئی

---

[۴۷] خطبات حکیم الامت جلد ۹، صفحہ ۷۰، ۷۱

[۴۸] بحوالہ جیو نیوز (ویڈیو نیوز رپورٹ)

روحِ قدسی جانبِ جنت روانہ ہوتی ہے

اللہ کے گھر کی حرمت و تقدس پامال کرنے، اوراقِ قرآنی کو نذرِ آتش کرنے اور دسیوں طلبہ و علماء کو قتل کرنے کے بعد اُس فوج نے لال مسجد کو 'فتح' کر لیا جس نے بابری مسجد کا 'بدلہ' لینا تھا۔ مسجد کو تاراج کرنے کے بعد ایس ایس جی کمانڈوز جامعہ حفصہ کے احاطے کی طرف بڑھے۔ اسی احاطے میں مولانا عبد الرشید غازی بھی موجود تھے۔

کمانڈوز داخل ہوئے اور انہوں نے غازی صاحب کو تاک کر ٹانگ پر گولی ماری اور اعلان کیا 'عبد الرشید غازی! سرینڈر ہو جاؤ!'، ساتھ ہی کہا گیا کہ 'ہم ابتدائی طبی امداد کا عملہ بھیجتے ہیں جو تمہاری مرہم پٹی کرے گا'۔ نجانے غازی صاحب کو اس دشمنِ دین کی آواز پہلے سنائی دی یا 'نغمۂ حورِ جناں' پہلے کانوں میں گونجا۔

غازی صاحب تو بہت پہلے ہی اپنا سب کچھ اللہ کے سامنے 'سرینڈر' کر چکے تھے اور اللہ کا حکم تھا کہ جب تم اہلِ طغیان سے ٹکراؤ، جب قتال کا مرحلہ آئے تو پیٹھ مت پھیرو۔ آپ نے اسی حکمِ خداوندی پر عمل کیا اور مسجد و مدرسے کو پامال کرنے والے امریکی اتحادیوں پر جوابی حملہ کر دیا۔

اسی اثنا میں چند اور گولیاں آپ کو سامنے سے لگیں اور ایک بار پھر آپ کو 'فرسٹ ایڈ / ابتدائی طبی امداد' کی پیشکش کی گئی جسے آپ نے یہ کہتے ہوئے ٹھکرا دیا کہ 'میرا آخری وقت آ گیا ہے!'۔

غازی صاحب کا قدم لڑکھڑایا اور آپ اللہ کی تمجید بیان کرتے ہوئے گر پڑے۔ آپ کی زبان پر اس وقت یہ مبارک کلمہ جاری ہو گیا:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.''

اس کے بعد آپ نے کلمۂ شہادت پڑھا:

''أشهد أن لا إله إلا الله وحدهٗ لا شريک لهٗ وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.''

آخری بار دشمن کا وار سہتے ہی آپ نے کلمۂ طیبہ ”لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھا، دشمن نے سہ بارہ آپ کو فرسٹ ایڈ کی پیشکش کی اور سہ بارہ ہی آپ نے یہ پیشکش ٹھکرائی، پھر فرمایا کہ ’مجھے ہاتھ مت لگانا، میرا آخری وقت آ گیا ہے‘، یہ کہہ کر غازی صاحب نے جامِ شہادت کو ہونٹوں سے لگالیا۔ بقولِ عارفِ لاہوری، اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

۱۰ جولائی ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۵ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ، بروز منگل، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آپ کی روح قبض فرمالی، جیسا کہ وہ ذاتِ باری شہدائے کرام کی ارواح کو قبض فرماتی ہے (نحسبہٗ کذلك واللہ حسیبہ)۔[۴۹]

سچ یہ ہے کہ ہجر کا برحق اختتام وصال پر ہی ہے۔ ایک مجاہد جو ساری زندگی آزمائشیں، پریشانیاں، زخم، غم اور اس سب کے ساتھ ملامتیں اور طعنے سہتا ہے، اس کی زندگی میں حقیقی راحت کی گھڑی شہادت کی شام ہی آتی ہے۔ مجاہدوں کی کٹھن و صبر آزما زندگیوں کے بعد، لیلائے شہادت کے ہاتھوں جامِ شہادت ہی ان کی تھکن اتارنے کا سبب ہوتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ جو دل شہادت کی تڑپ میں ساری زندگی گھلتا اور جلتا رہا ہو، اس کے عشق کی خبر چہار دانگِ عالم میں مشہور نہ ہو۔ عشق کی انتہا معشوق کی محبت میں سب وار کر رسوائی تک کو گلے لگانے پر آمادگی ہے۔ عشق کی نیّا آنسوؤں

[۴۹] بحوالہ: علمائے دیوبند کے آخری لمحات، ج ۲، ص ۳۹۵

کے دریا کے بعد خون کے سمندر سے ہو کر ساحل سے ہم کنار ہوا کرتی ہے۔ غازی صاحب کا جنازہ جب اٹھا، تو اس عاشقِ باصفا کا پیغام اس کے سوا کچھ مختلف نہ تھا، حسبِ قولِ فیضؔ:

چشمِ نم، جانِ شوریدہ کافی نہیں
تہمتِ عشق پوشیدہ کافی نہیں
آج بازار میں پا بہ جولاں چلو
دست افشاں چلو، مست و رقصاں چلو
خاک بر سر چلو، خوں بداماں چلو
راہ تکتا ہے سب شہر جاناں چلو
حاکمِ شہر بھی، مجمعِ عام بھی
تیرِ الزام بھی، سنگِ دشنام بھی
صبحِ ناشاد بھی، روزِ ناکام بھی
ان کا دم ساز اپنے سوا کون ہے
شہرِ جاناں میں اب با صفا کون ہے
دستِ قاتل کے شایاں رہا کون ہے
رختِ دل باندھ لو، دل فگارو چلو
پھر ہمیں قتل ہو آئیں یارو چلو

جنازہ اور تدفین

غازی صاحب نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے بعد از مرگ میرے والدِ ماجد یعنی مولانا عبد اللہ غازی صاحب کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ سبحان اللہ، اللہ نے آپ کو مرگِ عمومی کی جگہ اپنے والد ہی کے مثل شہادت سے بہرہ ور فرمایا۔ مولانا عبد اللہ غازی شہید کی آخری آرام گاہ آپ ہی کے قائم کردہ مدرسے 'جامعہ فریدیہ' کے ساتھ ہے۔

جس طرح فراعنۂ وقت اہلِ اسلام سے ان کی زندگی میں ڈرتے ہیں اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی ڈرا کرتے ہیں۔ مشہور و معروف ہے کہ شیرِ میسور، مجاہدِ اسلام سلطان فتح علی ٹیپوؒ کو جب شہید کر دیا گیا تو انگریز اور انگریزوں کے وفادار کئی گھنٹے تک سلطان ٹیپو کی نعش کے قریب بھی آنے سے گھبراتے رہے۔ فرعونِ عصر پرویز مشرف اور اس کے ظالم و فاجر حواری بھی اسی طرح غازی صاحب کی اسلام آباد میں تدفین سے خائف تھے۔ لہٰذا سپریم کورٹ آف پاکستان نے یہ حکم دیا کہ غازی صاحب کو ان کے آبائی علاقے اور جائے پیدائش روجھان غازی کی بستی عبداللہ میں دفنایا جائے۔ چنانچہ آپ کا جسدِ مبارک، آپ کی شہادت سے اگلے دن یعنی ۱۱ جولائی ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ، بدھ کی شام بستی عبداللہ لے جایا گیا۔

۱۲ جولائی ۲۰۰۷ء بمطابق ۲۷ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ، بروز جمعرات، پونے دو بجے سہ پہر آپ کا جنازہ آپ کے برادرِ کبیر مولانا عبدالعزیز غازی صاحب نے پڑھایا اور اس آفتابِ عالَم تاب کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

کرامت

مشہور قول اور ثابت شدہ بات ہے کہ 'الإستقامة فوق الكرامة' یعنی 'استقامت کرامت سے افضل ہے' اور غازی صاحب کی زندگی اور موت دونوں ہی استقامت علی الحق کا مظہر ہیں۔ لیکن انسانی مزاج ہے کہ وہ خرقِ عادت اشیاء کو دیکھ کر زیادہ متاثر ہوتا ہے اور کرامت بھی انہی خرقِ عادت چیزوں میں سے ایک ہے جو اہل اللہ تابعینِ شریعت سے منسوب ہوتی ہے۔

غازی صاحب کی شہادت کے بعد آپ کی تین کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ پہلی یہ کہ آپ کے خون سے خوشبو پھوٹی۔ دوسرا آپ کا خون تا دمِ تدفین بہتا رہا اور تیسرا یہ کہ بعد از تدفین، آپ کے مرقدِ مبارک سے خوشبو پھوٹی اور یہ خوشبو کئی دن تک آپ کی قبر سے آتی رہی۔

یہ تو اس دنیا میں حال ہے۔ قیامت کے روز بھی کیا منظر ہو گا کہ جب حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق کہ اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ [50]، قیامت کے دن اللہ کے راستے میں لگے ان زخموں سے بہتے خون کا رنگ تو خون سا ہو گا لیکن اس کی خوشبو مشک جیسی ہو گی۔

[50] صحیح بخاری

مشاہیر و قائدینِ امت کے غازی صاحب اور آپ کی تحریک کے متعلق فرمودات

شیخ اسامہ بن لادن

محسنِ امت، شیخ اسامہ بن لادن نے غازی صاحب کی شہادت کے بعد اپنے ایک صوتی پیغام میں فرمایا:

"جس طرح آج سے تقریباً دو دہائیاں قبل پاکستان کی سرزمین نے ائمۂ اسلام میں سے ایک عظیم امام، بطلِ جہاد، امام عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت دیکھی تھی اور یہاں کی مٹی ان کے پاکیزہ خون سے سیراب ہوئی تھی، اسی طرح آج ایک مرتبہ پھر ہمیں اسی سرزمین پر ایک اور عظیم امام دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے، جو محض اہلِ پاکستان ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے ایک امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ امام مولانا عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ نے، آپ کے ساتھیوں اور طلبہ نے اور جامعہ حفصہ کی طالبات نے شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کا مطالبہ کیا کیونکہ ہماری تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم اللہ کے عطا کردہ دین اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ پس یہ سب لوگ درحقیقت اسی عظیم مقصد کی خاطر قتل ہوئے۔"[51]

شیخ ایمن الظواہری

حکیم الامت، فضیلۃ الشیخ ابو محمد ایمن الظواہری نے لال مسجد پر حملے کے تناظر میں ایک مختصر صوتی پیغام جاری فرمایا، جو کہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے سارے کا سارا ہی لائقِ نقل ہے:

---

[51] بحوالہ صوتی بیان از شیخ اسامہ بن لادن 'حی علی الجہاد'، نشر کردہ ادارہ السّحاب، ستمبر ۲۰۰۷ء

"آج میں آپ سے اس مجرمانہ زیادتی کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں، جو پرویز مشرف، اس کی فوج، اس کی سکیورٹی فورسز، جو سب درحقیقت صلیبیوں کے شکاری کتے ہیں، اسلام آباد میں واقع لال مسجد کے خلاف کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی میں آپ سے اُس گھٹیا اور غلیظ جرم کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں جو پاکستان کے عسکری انٹیلی جنس ادارے نے پرویز مشرف کے حکم سے مولانا عبد العزیز کے خلاف کیا جب انہیں ٹی وی کی سکرین پر عورتوں کے لباس میں پیش کیا گیا۔

یہ ایک انتہائی واضح اور صریح پیغام ہے پاکستان کے مسلمانوں اور علمائے پاکستان کے نام، بلکہ تمام عالمِ اسلام کے نام۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو یا تو صرف توبہ سے دھل سکتا ہے یا ان مجرموں کے خون سے۔ میں پاکستان کے علماء سے استدعا کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ پرویز مشرف کے نزدیک آپ حضرات کی بس یہی وقعت ہے۔ اور یہی وہ حشر ہے جو پرویز مشرف کے شکاری کتوں کی جیلوں میں آپ کا منتظر ہے۔ اور صلیبیوں کے نزدیک بھی آپ حضرات کی بس اتنی ہی اوقات ہے۔ پرویز مشرف اور اس کے شکاری کتوں نے صلیبیوں اور یہودیوں کو خوش کرنے کے لیے آپ کی عزت خاک میں ملا ڈالی ہے۔ پس اگر آپ اب بھی اپنی آبرو کی حفاظت کی خاطر نہ اُٹھے تو پھر پرویز مشرف آپ کا کچھ بھی باقی نہ چھوڑے گا، اور اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک پاکستان میں اسلام کو جڑ سے نہ اکھاڑ دے۔ بے شک یہ ذلیل مشرف، جس نے اپنا شرف و دین صلیبیوں اور یہودیوں کے ہاتھوں بیچ ڈالا ہے، آپ کے مقابلے میں زبردست تکبر کا مظاہرہ کر رہا ہے، اور آپ حضرات کے ساتھ بے انتہا حقارت سے پیش آ رہا ہے، اور ایسا سلوک کرتے ہوئے اس وقت تک مطمئن نہیں ہو گا جب تک آپ کو رذیل ترین صورت اور انتہائی ذلیل حالت میں پیش نہ کر لے۔

یہ ایک بلیغ پیغام ہے پاکستان میں بسنے والے ہر عالم کے نام، ہر خود دار اور باعزت شخص کے نام، کہ پرویز کے خلاف مزاحمت، اس کے سامنے ڈٹنے، اس سے اسلام پر عمل درآمد کا مطالبہ کرنے اور صلیبیوں و یہودیوں کی غلامی سے باز آنے کا مطالبہ کرنے کی آج یہی قیمت ہے کہ ہر طرح کی بدترین تحقیر و تذلیل کا سامنا کرنا پڑے۔ پس تم سب کا انجام بھی یہی ہو گا، اگر تم خاموش بیٹھے رہے اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے رہے۔

پاکستان میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

تمہارے پاس جہاد کے سوا کوئی راہِ نجات نہیں۔ نہ یہ جعلی انتخابات تمہیں نجات دلائیں گے، نہ ہی یہ سیاستیں اور نہ ان مجرموں کے ساتھ سودے بازی، مداہنت اور مذاکرات۔ نہ ہی یہ سیاسی داؤ پیچ تمہیں نجات دلا پائیں گے۔ تمہاری نجات کا واحد رستہ جہاد ہی ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ اس وقت افغانستان میں برسرِپیکار مجاہدین کی امداد اپنی جانوں، اموال، مشوروں اور مہارتوں سے کرو کیونکہ جہادِ افغانستان ہی افغانستان، پاکستان اور پورے خطے کو (کفار و مرتدین سے) بازیاب کرانے کا دروازہ ہو گا۔ جہاد کے میدانوں میں عزت کی موت مرو اور داڑھی مونچھ کے ہوتے ہوئے بھی عورتوں کی سی زندگی نہ گزارو۔ کیا پاکستان میں کوئی عزت دار لوگ نہیں ہیں؟ کیا پاکستان کے غیرت مند لوگ مر چکے ہیں؟ کیا پاکستان میں کوئی نہیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُواْ فِي سَبِيلِ اللهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلاَّ قَلِيلٌ○إِلاَّ تَنفِرُواْ يُعَذِّبْكُمْ عَذَاباً أَلِيماً وَيَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ وَلاَ تَضُرُّوهُ شَيْئاً وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ○إِلاَّ تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ

”مومنو! تمہیں کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم زمین سے چمٹ کر رہ جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے)۔ کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو کر

كَفَرُواْ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لاَ تَحْزَنْ إِنَّ اللّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُواْ السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ○ انْفِرُواْ خِفَافاً وَثِقَالاً وَجَاهِدُواْ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ○ (سورۃ التوبہ: ۳۸-۴۱)

بیٹھے ہو۔ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو بڑا تکلیف دہ عذاب دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ پیدا کر دے گا (جو اللہ کے پورے فرمانبردار ہوں گے) اور تم اس کو کچھ نقصان بھی نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اس کا مددگار ہے۔ (وہ وقت تم کو یاد ہو گا) جب ان کو کافروں نے گھر سے نکال دیا (اس وقت وہ) دو میں سے دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے۔ اس وقت وہ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا، اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے، اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ تم سب ہلکے ہو یا بوجھل (یعنی مال و اسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت، گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے راستے میں مال اور جان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ سمجھو۔"

کیا میں نے بات پہنچادی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو! کیا میں نے بات پہنچادی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو! کیا میں نے بات پہنچادی؟ اے اللہ تو گواہ رہیو!

شیخ حسن قائد ابو یحییٰ اللیبی

متبحر عالمِ دین، فقیہ و مجاہد شیخ ابو یحییٰ حسن قائد اللیبی شہید نے غازی صاحب کے متعلق اپنے ایک بصری پیغام میں فرمایا:

"شیروں کے اس دستے میں سرِ فہرست، پیچھے نہ ہٹنے والے، امام، عالمِ باعمل، شہید باپ اور شہید ماں کے شہید بیٹے مولانا عبد الرشید غازی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے ذلت و پستی کے اس دور میں کلمۂ حق بلند کیا، اپنے ایمان کے بل پر بلندیوں کو عبور کیا، اس متکبر باطل کو ذلیل ورسوا کیا جس کا سارا اعتماد اپنی قوت و جبر پر تھا۔ اس شہید نے پورے یقین، وثوق اور اطمینان سے باطل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا غرور و تکبر تمہیں ہی پیارا ہو، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں تو صاف کہتا ہوں:

فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوٓا۟ أَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوٓا۟ إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ○(سورۃ یونس:۷۱)

"تو میں تو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر ایک کام (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) مقرر کر لو اور وہ تمہاری جماعت (کو معلوم ہو جائے اور کسی) سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر وہ کام میرے حق میں کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو......"

آپؒ نے محاصرے میں گھِر جانے اور دشمن کی دھونس، دھمکیوں کی بوچھاڑ سن لینے کے بعد یہ کہا...... میں موت کو اس بات پر ترجیح دیتا ہوں کہ میں نے جن باتوں کی دعوت دی ہے ان میں سے

کسی ایک سے بھی پیچھے ہٹوں یا خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دوں۔ اور پھر آپ کے فعل نے آپ کے اس قول کی تصدیق کر دی۔

(عربی اشعار کا نثری ترجمہ)

اس کے لیے موت سے بچنا بہت آسان تھا
لیکن اس کے مضبوط موقف اور اعلیٰ اخلاق نے یہ گوارا نہ کیا

اور اس نے خود موت کی دلدل میں مضبوطی سے قدم جمایا
اور اس سے کہا کہ 'میرا حشر بھی اب اس نقشِ پا تلے ہو گا!'

کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا:

'سب سے افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے!'

تو ذرا سوچیے کہ اس کلمۂ حق کا عند اللہ کیا بلند مقام ہو گا جو (محض ظلم ہی کے نہیں بلکہ) عالمی کفر و طغیان کے ایک اساسی رکن کے منہ پر کہہ ڈالا گیا ہو؟ بلکہ اس کی حکومت، فوج، جاسوسی اداروں اور سکیورٹی دستوں سب ہی کے منہ پر کہہ ڈالا گیا ہو؟ مولانا عبد الرشید غازیؒ نے کلمۂ حق صاف صاف اور صراحتاً کہہ ڈالا، بلا لچک، بلا مداہنت و بلا فریب۔ اور سب کے سامنے ڈنکے کی چوٹ پر بات کی حالانکہ آپ ظلم و انتقام کی تلواروں کو اپنے سامنے چمکتا دیکھ رہے تھے، لیکن آپ نے کچھ پروا نہ کی، کسی بات کو خاطر میں نہ لائے اور حق بات کھول کھول کر پہنچاتے رہے، یہاں تک کہ آپ موت سے جا ملے اور موت آپ سے آن ملی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شہید کر دیے گئے اور آپ کے ساتھ آپ کی والدہ رحمہا اللہ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ اور یوں جھوٹے الزامات بکنے والی ہر زبان

گنگ ہو گئی اور بغض و حسد سے لبریز ہر وہ دل سیاہ ہو کر بجھ گیا جو جھوٹے الزامات کو فروغ دینے اور افواہیں پھیلانے نکلا تھا۔ گویا یہ شہیدؒ زبانِ حال سے ان سب حاسدوں سے کہہ رہا ہے:

قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ○(سورۃ آلِ عمران:۱۱۹)

"(ان سے) کہہ دو کہ (بد بختو) غصے میں مر جاؤ! اللہ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔"

آپؒ ان سب لوگوں کے لیے ایک نمونے کی حیثیت رکھتے تھے جو آپ کے ساتھ مل کر لڑے۔ اور اب تو آپ اپنی ذات میں خود ایک مدرسے کی حیثیت رکھتے ہیں، ان تمام لوگوں کے لیے جو ان شاء اللہ آپ کے بعد اس راستے پر چلیں گے۔ آپ کے بعد اس راہ پر آنے والے لوگ آپ ہی کے اُسوے کی روشنی میں اپنے عزائم بلند رکھیں گے۔ آپ ہی سے یہ سبق سیکھیں گے کہ اپنی تمام دوڑ دھوپ کا ہدف سعادت کے اعلیٰ مراتب کو بنایا جائے اور شہادت کا شرف بھی یوں حاصل کیا جائے کہ اس کی محترم ترین حالت اور اعلیٰ ترین درجہ انسان کے حصے میں آئے۔

(عربی اشعار کا نثری ترجمہ)

اگر تم عزتوں کی تلاش میں بے خوف و خطر کود ہی پڑو
تو پھر ستاروں سے کم کسی چیز پر راضی نہ ہونا

جب حقیر کاموں میں لگ کر بھی موت کا ذائقہ چکھنا ہی ہے
تو کیوں نہ عظیم کام کرتے ہوئے موت کا مزہ چکھا جائے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'شہدا کے سردار حمزہؓ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص (بھی) ہے جو کسی جابر سلطان کے سامنے کھڑا ہوا پھر اسے (نیکی کا) حکم دیا اور (برائی سے) منع کیا تو اس (سلطان) حاکم نے اسے قتل کر ڈالا'۔ ''[۵۲]

استاد محمد یاسر

مجاہد عالمِ دین، استاذ المجاہدین، امارتِ اسلامیہ افغانستان کے سرکردہ رہنما، استاد محمد یاسر نے سانحۂ لال مسجد کے حوالے سے ایک تحریری انٹرویو میں فرمایا:

''لال مسجد کا واقعہ پاکستانی فوج اور پاکستان کی پیشانی پر شرمندگی کا ایسا بدنما داغ ہے جو کبھی نہیں دھل سکتا۔ تاریخ میں جب بھی اس کا تذکرہ ہو گا تو پاکستان کی حکومت اور اس کی فوج ضرور لعنت و ملامت کی مستحق ٹھہرے گی۔ میں یہ کہوں گا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے خلاف حجاج بن یوسف نے مسجدِ حرام (خانۂ کعبہ) میں جو قتال کیا تھا، اس وقت سے لے کر آج تک یہ دوسرا واقعہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں مسجد کے اندر علماء، حفاظِ قرآن اور عام مسلمانوں کو شہید کیا گیا ہے۔ یہ لوگ ہمیں 'متشدد' کہتے ہیں، کیا جو کچھ لال مسجد کے ساتھ کیا گیا وہ تشدد نہیں تھا؟ ذرا دیکھیے کہ جمہوریت کا راگ الاپنے والوں نے لال مسجد کا کیسا حل نکالا اور سیکولر طبقے نے لال مسجد والوں کے 'حقوق' کی کیسے حفاظت کی؟ پس لال مسجد کے واقعے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ جنگ، اسلام اور جمہوریت کی جنگ ہے۔ نیز اس میں بے دین اور سیکولر لوگوں کی اسلام کے خلاف نفرت بھی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ لال مسجد پر حملہ دراصل عالمِ اسلام کے خلاف صلیبی و صہیونی یلغار کا حصہ ہی تھا۔

---

[۵۲] بحوالہ بصری بیان از شیخ ابو یحییٰ اللیبی 'شہداء کے قافلہ سالار'، نشر کردہ ادارہ السّحاب، ۲۰۰۷ء

میں یہ بات بھی کہتا چلوں کہ یہ کوئی عام واقعہ نہیں تھا جو وقوع پذیر ہوا اور قصہ ختم ہو گیا۔ بلکہ اس واقعے نے پاکستان کی تاریخ ہی بدل دی ہے، اس واقعے نے پاکستانی معاشرے اور سیاست کو بدل ڈالا ہے۔ لال مسجد کے بعد پاکستان قطعاً ویسا نہیں رہا، جیسا کہ ما قبل تھا!''[۵۳]

[۵۳] بحوالہ 'استاد المجاہدین؛ استاد یاسر کے ساتھ ادارۂ حطین کی گفتگو'، ناشر ادارۂ حطین، شعبان ۱۴۳۰ھ

اہلِ کفر کے تاثرات

یوں تو اہلِ کفر کی بات، چوپایوں کے منہ کے جھاگ سی حیثیت بھی نہیں رکھتی، لیکن چونکہ یہ کفر و اسلام کی جنگ ہے اور بعض کم علم اہلِ ایمان بھی اس جنگ میں نادانستہ اہلِ کفر یا ان کے مفادات کے نغمے گاتے نظر آتے ہیں اور یہ مشاہدۂ عام ہے کہ انسان کئی بار اپنے مخالف سے 'حق کی مخالفت' سن کر حق کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور مقولہ مشہور ہے کہ حق وہ ہے جس کا اظہار دشمن بھی کرے، سو اس زمانے میں لشکرِ صلیب و طاغوت کے سرغنہ کا یہ بیان ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔ لال مسجد پر جب 'پاک فوج' حملہ آور ہوئی تو امریکی صدر جارج بش نے بیان دیا:

> ''اس ماہ کے آغاز میں صدر مشرف نے ان شدت پسندوں کو کچلنے کے لیے فوج بھیجی ہے جنہوں نے لال مسجد پر قبضہ جما لیا تھا۔ اور انہوں (مشرف) نے اپنی تقریر میں اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ پاکستان کو انتہا پسندوں سے صاف کیا جائے گا۔ افواجِ پاکستان اس مقصد کے لیے لڑ رہی ہیں اور بہت سوں نے اس میں اپنی جان ہاری ہے۔ امریکہ پاکستانی افواج کی ان کاوشوں کی مدد اور حمایت کرتا ہے۔ ہم پاکستان میں اور دنیا بھر میں اپنی اتحادی افواج سے مل کر طالبان اور القاعدہ کی محفوظ پناہ گاہیں ختم کرنے کے لیے لڑتے رہیں گے۔''[۵۴]

[۵۴] حوالہ: ادارہ السحاب اردو کی دستاویزی فلم 'امامِ برحق'، جس میں بش کی صوتی تقریر سنائی گئی ہے۔

بعض صفاتِ حمیدہ

یوں تو اس مختصر سوانح میں غازی صاحب کی شخصیت کی صفاتِ حمیدہ ہی کا ذکر ہے، لیکن بعض میری نظر میں ایسی ہیں جو کسی خاص پیرائے میں بیان نہیں ہو سکیں۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صفاتِ حمیدہ میں سے چند، اس آخری باب میں بیان کرنے کی کوشش ہے۔

استقامت علی الحق

غازی صاحب نے اسلام و ایمان پر استقامت اختیار کرنے اور اپنے مبنی بر حق موقف سے نہ ہٹنے کا اعلان بھی کیا اور سب کو تحریض بھی دلائی۔ آپ نے فرمایا:

> "مسلسل یہ کہا جارہا ہے کہ ختم کر دیں گے، تباہ و برباد کر دیں گے۔ یہ سمجھیں کہ بالکل ایسی صورت تھی کہ بش نے مشرف سے کہا کہ تمہیں سٹون ایج (stone age) میں لے جائیں گے، پتھر کے دور میں دھکیل دیے جاؤ گے، ختم کر دیے جاؤ گے تو مشرف نے یوٹرن لے لیا ایک دم۔ ہم سب نے کہا کہ اس کا یوٹرن غلط ہے۔ یعنی طاقت کے سامنے جھکنا غلط ہے۔ اگر اُس کا طاقت کے سامنے جھکنا غلط تھا تو ہمارا طاقت کے سامنے جھکنا کیوں صحیح ہو جائے گا؟ یہ بڑی بنیادی بات ہے۔"[۵۵]

[۵۵] علماء میں بیان، ۲۴ فروری ۲۰۰۷ء

غیرتِ ایمانی

جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا، غازی صاحب کی ساری زندگی ہی غیرتِ ایمانی کی مجسم تصویر ہے، لیکن غازی صاحب کی ایک تقریر کا ذیل میں اقتباس اس غیرتِ ایمان کا بدرجۂ اتم عکاس ہے۔ جب اسلام آباد کی انتظامیہ نے آشیر بادِ پرویز مشرف ووزیرِ داخلہ آفتاب شیر پاؤ پر مساجد ڈھانے کا سفیہ فعل شروع کیا تو غازی صاحب نے فرمایا:

''یہ جو مساجد کا مسئلہ ہے، یہ کافی عرصے سے چل رہا ہے اور مساجد کے بارے میں ہماری جو میٹنگز ہیں، جب جب مسجدیں گرتی گئیں ہماری میٹنگز ہوتی رہیں، اخبارات میں آتا رہا، اس میں بہت سارے اتار چڑھاؤ بھی آئے اور کئی جگہوں پر ایسے واقعات بھی ہوئے کہ جہاں شدید ٹینشن کی بات ہوگئی تھی، مثلاً مسجد الصُفّہ آئی ایٹ تھری (I-8/3) کا جو مسئلہ ہوا تو مجھے یاد ہے کہ وہاں مسجد کو جب گرا رہے تھے انفور سمنٹ (قانون نافذ کرنے) والے تو مجھے ٹیلی فون آیا، میں جامعہ فریدیہ میں تھا، اس وقت کوئی چار لڑکے تھے جو گاڑی میں میرے ساتھ بیٹھ سکے، ان کو لے کر وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ انفور سمنٹ کا ایک آدمی ایک بہت بڑا ہتھوڑا لے کے منبرِ رسولؐ کو ہتھوڑے مار رہا ہے۔ وہ کیفیت ایسی تھی کہ، اگرچہ مجھے اس طرح غصہ تو نہیں آتا لیکن اس دن میری کیفیت بھی کچھ تبدیل ہوگئی اور میں نے جاتے ہی، وہاں انفور سمنٹ والے بھی تھے پولیس کے لوگ بھی تھے، میں نے جاتے ہی، جو ہتھوڑا مار رہا تھا منبر پہ، اس کو گریبان سے پکڑ کے کھینچا اور کہا کہ تم یہ کیا کرتے ہو؟ کیا غضب کر رہے ہو؟ کیا ظلم کر رہے ہو؟ اس نے کہا: جی اوپر والوں کا آرڈر ہے۔ میں نے کوئی اس کو سخت بات کہی۔ وہ سخت بات ایسی تھی جو سب کو (سخت) لگی۔ یعنی میں نے کہا کہ اوپر والے اگر تم کو کسی اور کام کا کہیں، اپنی ماں کے ساتھ برے کا کہیں تو تم وہ کروگے؟ تو یہ بات ان سب حضرات کو بری لگی جو وہاں کھڑے تھے۔ بات بھی سخت تھی لیکن میری چونکہ کیفیت ایسی تھی کہ یہ بات میرے منہ سے نکلی۔

بہر حال وہاں انفورسمنٹ اور پولیس والے آئے، میرے پاس اس وقت گن (بندوق) تھی اپنی تو میں نے ان سے کہا کہ میرے سامنے سے، میری نظروں سے دور ہو جائیں ورنہ آج یہاں خون ہو جائے گا۔ بہت سخت غصے کی کیفیت تھی۔ انہوں نے بھی اندازہ کر لیا اور کہا کہ غازی صاحب! آپ تو اس طرح بات نہیں کرتے ہیں، آج کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ البتہ میرے غصے سے یہ ہوا کہ سارے انفورسمنٹ والے وہاں سے چلے گئے اور پولیس والوں سے میں نے کہا کہ میری نظروں سے دور ہو جائیں ورنہ یہاں خون ہو جائے گا۔ اگرچہ میرے ساتھ چار لڑکے تھے مگر میرا بس یہ تھا کہ پھر میں گولی چلا دوں گا، ایک منبر پہ اور محراب پہ ہتھوڑا چلتے ہوئے میں نہیں دیکھ سکتا۔ بہر حال انہیں یہ بات سمجھ آئی اور انہوں نے فورس بھی پیچھے ہٹالی اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ اس دن تو وہ مسجد بچ گئی لیکن بعد میں ایک دن اچانک انہوں نے وہ مسجد گرا دی۔ اسی طرح مسجد ابن عباسؓ کو گرایا گیا، میرا خیال ہے کوئی آج سے چار مہینے پہلے، اور اس مسجد کے اندر قرآن مجید ابھی بھی دفن ہیں۔ بہت سارے نکالے ہیں۔ دو تین حضرات ہمارے علمائے کرام گواہ ہیں کہ نالے میں سے قرآن مجید نکالے ہیں۔ اور انہی دنوں میں میری اس سلسلے میں بات ہوئی تھی ڈپٹی کمشنر سے، ٹیلی فون پہ میری بات ہو رہی تھی تو میں نے انہیں یاد دلایا کہ آپ کو یاد ہے کہ آپ نے یہ کام بھی کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جی مجھے یاد ہے لیکن ہمیں جلدی تھی، قرآن مجید نکالنے کی (فرصت) ہمیں نہیں تھی کہ ہمیں فوراً کارروائی کرنی ہے ورنہ لوگ پہنچ جائیں گے۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہمیں اللہ معاف کرے گا، تو میں نے کہا کہ اللہ نہیں معاف کرے گا، اللہ کیوں معاف کرے گا؟ آپ قرآن مجید کے ساتھ یہ سلوک کریں، مسجد کے ساتھ یہ سلوک کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے گا! اللہ قطعاً معاف نہیں کرے گا۔"[۵۶]

[۵۶] علماء میں بیان، ۲۴ فروری ۲۰۰۷ء

صحافی کو شراب سے ممانعت کی نصیحت

غازی صاحب کی یہ فکر و تڑپ نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ غازی صاحب کی زندگی کا آخری وقت ہے، دشمن سے جنگ چل رہی ہے، غازی صاحب اپنی زندگی کا آخری پیغام ایک ٹی وی چینل پر بیان کر رہے ہیں۔ یہ ایسا موقع ہے کہ قریباً جان کنی کا عالَم ہے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فاسق و فاجر امتی سے بھی اتنی محبت اور ہمدردی ہے، کہ ایک صحافی جو شراب پیتے تھے، ان کا نام لیے بغیر ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

> "ایک صحافی ہیں، جو شراب پیتے ہیں۔ وہ سمجھ جائیں گے کہ میں کس کی بات کر رہا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آئندہ شراب نہیں پیئں گے تو میری ان سے گزارش ہے کہ وہ آئندہ شراب نہ پیئں۔"

غازی صاحب کا یہ آخری پیغام خود مومنین کی اعلیٰ صفات کا عکاس ہے۔ ایک طرف 'أشداء علی الکفار' ہیں کہ ہاتھ میں کلاشن کوف ہے، سینے پر گولیوں سے بھرا جعبہ باندھ رکھا ہے، بش و امریکہ کے ایجنٹوں، مسجدوں کو گرانے اور اوراقِ قرآنی شہید کرنے والوں، مجاہدین کو قتل اور اہلِ ایمان کی عورتوں کی عصمت ریزی کرنے والوں کے خلاف معرکۂ قتال میں شریک ہیں اور دوسری طرف، بلکہ دوسرا ابھی کیا، وہ قلب جو کفر و نفاق کی نفرت سے لبریز ہے، وہی دِل اہلِ ایمان کے لیے ایسا نرم ہے، 'رحماء بینھم' کی ایسی تجسیم ہے کہ 'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' پڑھنے والے کے بارے میں اب بھی سوچ رہے ہیں کہ اس کی آخرت بچ جائے۔

میڈیا پر حکمت سے بات

میڈیا اس دور کی دو دھاری تلوار ہے۔ شہید داعیٔ حق، ملک شہباز (میکلم ایکس) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''اگر آپ محتاط نہیں ہوں گے تو میڈیا آپ کو ان سے نفرت کرنے پر آمادہ کر دے گا، جن سے آپ محبت کرتے ہیں اور ان سے محبت پر آمادہ کر دے گا، جن سے آپ نفرت کرتے ہیں۔''[57]

پھر آج کا میڈیا، بلکہ تاریخ میں میڈیا کی جو جو شکل رہی ہے، ان میں اسلامی 'کاز' کے لیے کام کرنے والے اسلامی صحافیوں اور میڈیا کارکنوں کو چھوڑ کر، اکثر ایسے رہے ہیں کہ وہ اہلِ دین کے منہ سے ایسی بات نکلوانا چاہتے ہیں جو اہلِ دین کو دین سے اور بات کرنے والے صاحبِ دین سے برگشتہ کر دے۔

ایسے میں میڈیا سے معاملہ کرنے، صحافیوں سے بات کرنے اور ان کو جواب دینے میں غازی صاحب کو خاص حکمت و مہارت تھی۔ ہماری اس تحریر کردہ سیرتِ مختصرہ میں کئی جگہوں پر غازی صاحب کے لکھے گئے اقوال آپ کی میڈیا ہی سے گفتگو ہے۔

غازی صاحب نے میڈیا سے بات کرتے ہوئے کبھی نازیبا الفاظ کا استعمال نہیں کیا، موقفِ شرعی سے پیچھے نہیں ہٹے، شائستگی سے مقابل کے موقف کی تردید کی اور سیکولر و لادین صحافیوں کو بھی اپنی دلیل و اخلاق سے قائل کر گئے۔

شجاعت

شجاعت ایک نہایت نادر صفت ہے۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادیؒ صفتِ شجاعت سے متعلق اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'تاریخِ اسلام' میں لکھتے ہیں کہ:

''شجاعت ایک ایسی صفت ہے جو ہر شریف آدمی کو اپنے دشمن میں نظر آئے تو اس کی بھی قدر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ 'شیر' جیسا درندہ جس کا کام چیر پھاڑ کرنا ہے، اس کی قدر بھی حیوان ہونے کے

---

[57] Speeches by Malcolm X (YouTube)

باوجود دنیا کے ہر معاشرے اور خطے میں پائی جاتی ہے کہ وہ 'بہادر' ہوتا ہے اور اسی سبب سے وہ حیوان ہونے کے باوجود بہادری و شجاعت کا استعارہ ہے۔"

دیگر صفات کی طرح شجاعت بھی غازی صاحب کی ایسی صفت ہے جس کا اظہار ان کی ساری زندگی میں ہوتا رہا۔ لیکن مشہور قول ہے کہ انسان کے شجاع و بہادر ہونے کا پتہ میدانِ جنگ میں چلتا ہے۔ یہاں غازی صاحب کی شجاعت کی ایک شہادت نقل کرتے ہیں۔ مغربی صحافی راگے عمر نے دورانِ جنگ غازی صاحب سے فون پر بات کی اور فون بند کرتے ہی، جب کہ گولیاں چل رہی ہیں اور راگے عمر خود بھی گولیوں سے بچنے کے لیے زمین پر بیٹھا ہوا ہے (حالانکہ وہ میدانِ کارزار سے خود کافی دور ہے) تو وہ کہتا ہے:

"میں نے دورانِ آپریشن مولانا سے (ابھی) بات کی اور ان کا لہجہ بالکل پر سکون تھا...... (لہجہ ویسا تھا) جیسا میں جب ملا تھا، اس وقت تھا!"[۵۸]

ایک ذاتی ملاقات

غازی صاحب سے راقم السطور کو اپنے لڑکپن میں ایک بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اگرچہ یہ بات کسی اہمیت کی حامل نہیں، غازی صاحب کے لاکھوں چاہنے والے ہیں اور ہزاروں لوگوں نے ان سے ملاقات کی۔ بہر کیف انسان کا ذاتی تعامل ایک بالکل الگ نوعیت کی چیز ہوتی ہے۔ کوئی دس سال قبل بائیس تئیس سال پرانا ایک واقعہ کسی جگہ لکھا تھا وہ یہاں پیش ہے:

میں ابھی سکول میں پڑھتا تھا۔ ایک روز سکول سے فارغ ہوا اور گھر جانے کی خواہش تھی۔ انتظام نہ تھا کہ گھر جاتا۔ پیدل ہی قدم اٹھانے لگا۔ چلتے چلتے لال مسجد پہنچ گیا۔ نمازِ ظہر کا وقت تھا۔ وضو کیا، نماز باجماعت ادا کی۔ چونکہ انتظام نہ

---

[۵۸] Al Jazeera English's programme "Witness", with Rageh Umaar [نشر شدہ گیارہ (۱۱) اگست ۲۰۰۷ء]

تھا کہ گھر کے لیے روانہ ہوتا تو مسجد کے مرکزی ہال کی آخری صف میں بیٹھ گیا۔ نمازی آہستہ آہستہ جاتے رہے اور مسجد تقریباً خالی ہوگئی۔ ایسے میں ایک درمیانی عمر کے صاحب، باشرع حلیہ اگلی صفوں سے پیچھے کی طرف آئے، ان کے ساتھ ایک دو طالبِ علم بھی تھے۔ دریافت کیا کہ یہاں کیوں بیٹھا ہوں؟ میں نے وجہ بتائی۔ پھر پوچھا کھانا کھایا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ کہنے لگے گھر چھوڑ آؤں؟ میں نے کہا کہ گاڑی آئے گی لے جائے گی۔ کہنے لگے کوئی ضرورت ہو تو بتا دیجیے گا۔ میں نے سر ہلا کر جواب دیا۔

چند جملوں کا تبادلہ تھا۔ لیکن شیریں اور اپنائیت و محبت سے بھرپور انداز۔ پھر سوچنے لگا کیسے اچھے آدمی ہیں، سنہ ۲۰۰۷ء کے جولائی کی خون آشام راتوں کے بعد، ٹی وی پر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ شفیق شخصیت غازی عبد الرشید صاحب تھے اور پاکستان فوج نے انہیں شہید کر دیا ہے۔

اختتامیہ

غازی صاحب جیسے نابغے، ان جیسے بطل، ان سے شہسوار، ان جیسے امام، مائیں روز روز نہیں جنا کرتیں۔ ایسے امامِ برحق جو امت کو حاضر و موجود سے بیزار کریں، 'روٹین لائف' سے نکال کر انقلابی جد وجہد و جہاد فی سبیل اللہ کی راہ دکھائیں۔ جن کی جد وجہد کا آغاز قندھار میں شیخ اسامہ بن لادن سے ملاقات میں سرزمینِ حرمین سے مشرکین کے نکالنے اور امریکہ سے مسلم سرزمینوں کی بازیابی کے مشن سے اتفاق پر شروع ہوا، اور پھر اسی مشن کے ہمراہ اپنے ملک میں نفاذِ اسلام اور اقامتِ شریعت کی مبارک محنت کرتے ہوئے جو اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دیں، امت کے ایسے مجاہد قائد اور عالمِ دین جرنیل، دہائیوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ حسبِ قولِ حالیؒ:

قیس سا پھر کوئی اٹھا نہ بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

ان چند صفاتِ حمیدہ کو بیان کرنے کے بعد راقم اس مختصر سوانح کا اختتام کرتا ہے، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس چھوٹی سی کاوش کو میرے لیے توشۂ آخرت اور امتِ مسلمہ کی بیداری کا سبب بنادے۔

اختتام میں غازی صاحب کے آخری صوتی پیغام کی تحریری نقل، غازی صاحب کا علمائے کرام کی مجلس میں خطاب جس کے منتخب حصے پہلے ذکر ہو چکے ہیں اور پھر غازی صاحب کی وصیت نقل کی جاتی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين و صلى الله على النبى!

آخری پیغام

"اس وقت میرا پیغام دنیا کو چلا جائے کہ......یہ (حکمران اور فوج) ایجنٹ ہیں، استعمار کے ایجنٹ ہیں، امریکہ کے ایجنٹ اور بالکل ان کا طرزِ عمل بھی ایجنٹوں والا ہے، اس لیے (اسلام کو نافذ

کرنے کے لیے) ان کو یہاں سے ہٹانے کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے۔ والسلام علیکم!''[۵۹]

علمائے کرام کی مجلس میں خطاب

بہت سی میٹنگز (meetings) ہوتی رہیں اسلام آباد میں علمائے کرام کی، لیکن حالات کچھ ایسے بن گئے تھے کہ جن کی وجہ سے باقاعدہ نشست کی کوئی ترتیب نہیں بن سکی، اب الحمد للہ پہلے سے حالات کچھ بہتر ہیں، اس لیے خیال ہوا کہ علمائے کرام کی ایک نشست کر لی جائے۔ چونکہ باتیں بہت ساری گردش کر رہی ہیں اور ان باتوں میں بہت عجیب عجیب باتیں بھی ہیں اور ایسی کہ جن کا حقیقت سے دور دور تک واسطہ نہیں ہے، اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اگرچہ فرداً فرداً تو بہت سارے حضرات سے بات ہوتی رہی، لیکن باقاعدہ کوئی نشست نہیں ہو سکی۔

یہ جو مساجد کا مسئلہ ہے، یہ کافی عرصے سے چل رہا ہے اور مساجد کے بارے میں ہماری جو میٹنگز ہیں، جب جب مسجدیں گرتی گئیں ہماری میٹنگز ہوتی رہیں، اخبارات میں آتا رہا، اس میں بہت سارے اتار چڑھاؤ بھی آئے اور کئی جگہوں پر ایسے واقعات بھی ہوئے کہ جہاں شدید ٹینشن کی بات ہو گئی تھی، مثلاً مسجد الصُفّہ آئی ایٹ تھری (I-8/3) کا جو مسئلہ ہوا تو مجھے یاد ہے کہ وہاں مسجد کو جب گرا رہے تھے انفورسمنٹ (قانون نافذ کرنے) والے تو مجھے ٹیلی فون آیا، میں جامعہ فریدیہ میں تھا، اس وقت کوئی چار لڑکے تھے جو گاڑی میں میرے ساتھ بیٹھ سکے، ان کو لے کر وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ انفورسمنٹ کا ایک آدمی ایک بہت بڑا ہتھوڑا لے کے منبرِ رسول ﷺ کو ہتھوڑے مار رہا ہے۔ وہ کیفیت ایسی تھی کہ، اگرچہ مجھے اس طرح غصہ تو نہیں آتا لیکن اس دن

[۵۹] صحافی نصر اللہ ملک سے گفتگو

میری کیفیت بھی کچھ تبدیل ہو گئی اور میں نے جاتے ہی، وہاں انفورسمنٹ والے بھی تھے پولیس کے لوگ بھی تھے، میں نے جاتے ہی، جو ہتھوڑا مار رہا تھا منبر پہ، اس کو گریبان سے پکڑ کے کھینچا اور کہا کہ تم یہ کیا کرتے ہو؟ کیا غضب کر رہے ہو؟ کیا ظلم کر رہے ہو؟ اس نے کہا: جی اوپر والوں کا آرڈر ہے۔ میں نے کوئی اس کو سخت بات کہی۔ وہ سخت بات ایسی تھی جو سب کو (سخت) لگی۔ یعنی میں نے کہا کہ اوپر والے اگر تم کو کسی اور کام کا کہیں، اپنی ماں کے ساتھ برے کا کہیں تو تم وہ کرو گے؟ تو یہ بات ان سب حضرات کو بری لگی جو وہاں کھڑے تھے۔ بات بھی سخت تھی لیکن میری چونکہ کیفیت ایسی تھی کہ یہ بات میرے منہ سے نکلی۔

بہر حال وہاں انفورسمنٹ اور پولیس والے آئے۔ میرے پاس اس وقت گن (بندوق) تھی اپنی تو میں نے ان سے کہا کہ میرے سامنے سے، میری نظروں سے دور ہو جائیں ورنہ آج یہاں خون ہو جائے گا۔ بہت سخت غصے کی کیفیت تھی۔ انہوں نے بھی اندازہ کر لیا اور کہا کہ غازی صاحب! آپ تو اس طرح بات نہیں کرتے ہیں، آج کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ البتہ میرے غصے سے یہ ہوا کہ سارے انفورسمنٹ والے وہاں سے چلے گئے اور پولیس والوں سے میں نے کہا کہ میری نظروں سے دور ہو جائیں ورنہ یہاں خون ہو جائے گا۔ اگرچہ میرے ساتھ چار لڑکے تھے مگر میرا بس یہ تھا کہ پھر میں گولی چلا دوں گا؛ ایک منبر پہ اور محراب پہ ہتھوڑا چلتے ہوئے میں نہیں دیکھ سکتا۔ بہر حال انہیں یہ بات سمجھ آئی اور انہوں نے فورس بھی پیچھے ہٹالی اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ اس دن تو وہ مسجد بچ گئی لیکن بعد میں ایک دن اچانک انہوں نے وہ مسجد گرا دی۔ اسی طرح مسجد ابن عباسؓ کو گرایا گیا، میرا خیال ہے کوئی آج سے چار مہینے پہلے، اور اس مسجد کے اندر قرآن مجید ابھی بھی دفن ہیں۔ بہت سارے نکالے ہیں۔ دو تین حضرات ہمارے علمائے کرام گواہ ہیں کہ نالے میں سے قرآن مجید نکالے ہیں۔ اور انہی دنوں میں میری اس سلسلے میں بات ہوئی تھی ڈپٹی کمشنر سے، ٹیلی فون پہ میری بات ہو رہی تھی تو میں نے انہیں یاد دلایا کہ آپ کو یاد ہے کہ آپ نے یہ کام بھی کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جی مجھے یاد ہے لیکن ہمیں جلدی تھی، قرآن مجید نکالنے کی

(فرصت) ہمیں نہیں تھی کہ ہمیں فوراً کارروائی کرنی ہے ورنہ لوگ پہنچ جائیں گے۔ تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہمیں اللہ معاف کرے گا، تو میں نے کہا کہ اللہ نہیں معاف کرے گا، اللہ کیوں معاف کرے گا؟ آپ قرآن مجید کے ساتھ یہ سلوک کریں، مسجد کے ساتھ یہ سلوک کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے گا! اللہ قطعاً معاف نہیں کرے گا۔

اور یہی ہوا کہ ٹینشن بڑھتی جارہی تھی۔ یہ جو مسجدیں گرتی گئیں، مسجد امیر حمزہؓ، اگرچہ بہت چھوٹی سی ہے، ایک کمرے کی مسجد تھی، بہر حال بڑی بڑی مسجدیں گریں، زیادتیاں بہت زیادہ ہوئیں، لیکن مسجد امیر حمزہؓ کے بعد طالبات نے ایک قدم اٹھایا، اس کے بعد ٹینشن کی ایک فضا بن گئی۔

اس کے اندر ابتدائی جو بات ہے وہ یہ کہ شروع سے ہی اس میں حکومت نے جو رویہ اختیار کیا وہ ایسا رویہ تھا کہ بس تہس نہس کر دیں گے۔ آپ لوگوں کو تہس نہس کر دیں گے۔ اور شروع سے ہی جب انہوں نے یہ رویہ رکھا تو ابتدا میں انہوں نے ہمارے یہاں کے کچھ حضرات پہ دباؤ ڈالا ہلا کے اور ہمارے حضرات نے اپنی طرف سے اچھی ہی (نیت) سے کیا ہو گا، ان کی اس (خیر خواہی) پر ہمیں کچھ شک نہیں ہے، لیکن بہر حال ایک ایسا دباؤ ڈالا گیا کہ اس دباؤ کا جو اثر تھا وہ بار بار مولانا عبدالعزیز صاحب پر دباؤ ڈالتے رہے۔ یعنی جو بھی حضرات کی طرف سے کوئی بات آئی تو وہ یہی آئی کہ لائبریری چھوڑ دیں۔ یعنی مسلسل ایک تسلسل کے ساتھ لائبریری لائبریری لائبریری کو تو کہا جاتا رہا، اس میں حکومت کے حضرات تھے، کچھ اس میں اپنے بھی شامل ہو گئے، تھوڑے سے کچھ حضرات، لیکن لائبریری کے اوپر تو زور تھا کہ لائبریری چھوڑ دی جائے جب کہ مساجد کا ذکر ہی نہیں آرہا تھا۔ اور یہ بات میں نے کئی دفعہ کہی۔ ابھی چند دن پہلے بھی کچھ حضرات آئے تھے میں نے ان سے کہا کہ لائبریری مقدس نہیں ہے، لائبریری کا کوئی تقدس نہیں ہے، مساجد جو ہیں وہ مقدس ہیں، ان کے آداب ہیں احکام ہیں، اس لیے بار بار لائبریری کی بات تو کی جارہی

ہے اور مساجد کی بات ہی نہیں کی جا رہی، یہ بات اس وجہ سے خراب ہو رہی ہے اور مسلسل یہ کہا جا رہا ہے کہ ختم کر دیں گے، تباہ و برباد کر دیں گے۔ یہ سمجھیں کہ بالکل ایسی صورت تھی کہ بش نے مشرف سے کہا کہ تمہیں سٹون ایج(stone age) میں لے جائیں گے، پتھر کے دور میں دھکیل دیے جاؤ گے، ختم کر دیے جاؤ گے تو مشرف نے یوٹرن لے لیا ایک دم۔ ہم سب نے کہا کہ اس کا یوٹرن غلط ہے۔ یعنی طاقت کے سامنے جھکنا غلط ہے۔ اگر اُس کا طاقت کے سامنے جھکنا غلط تھا تو ہمارا طاقت کے سامنے جھکنا کیوں صحیح ہو جائے گا؟ یہ بڑی بنیادی بات ہے۔ بہر حال اس کے اندر ایسی چیزیں ہوئیں کہ، یعنی پریشر آیا، مثلاً مولانا کو، کوئی دوسرا دن تھا، ٹیلی فون آیا، اپنے کچھ ساتھی ڈی سی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ "مولانا! ان کی فورسز تیار ہیں، بیس منٹ کے اندر فورسز آرہی ہیں، آپ خالی کرتے ہیں یا نہیں کرتے، آپ ایک بات بتا دیں! یہ ہم سے پوچھ رہے ہیں کہ یہ خالی کرتے ہیں یا نہیں کرتے"۔ تو مولانا نے کہا کہ ٹھیک ہے، نہیں کرتے ہیں، آجائیں پھر۔ اگر ایسی بات ہے تو آجایئے۔ لیکن یقیناً انہوں نے نہیں آنا تھا کہ یہ کوئی آسان بات تو نہیں تھی ایسی کہ فورسز آجائیں گی، کوئی مذاق تو نہیں ہے کہ فورسز آجائیں گی۔

بہر حال اس کے بعد ایک تسلسل کے ساتھ دباؤ بڑھتا گیا۔ اس دباؤ کے دوران بہت سارے لوگ آتے رہے۔ اعجاز الحق صاحب بھی تشریف لائے۔ اعجاز الحق صاحب جب پہلے دن آئے تو میں نے ان سے یہی بات کہی کہ دو بنیادی باتیں ہیں: ایک تو یہ کہ الزام نہیں لگانا؛ الزامات کی بات نہیں ہو گی اور دوسری بات یہ کہ دھمکی نہیں ہو گی۔ اگر یہ بات آپ کو قبول ہے تو ہم آگے چلتے ہیں، اگر یہ قبول نہیں ہے تو ہم آگے نہیں چل سکتے۔ دھمکی سے بات نہیں ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ یہ بہت مناسب بات ہے۔ پھر چلتے چلتے جب دیکھا کہ کچھ چیز نہیں ہو رہی تو انہوں نے مجھ سے پھر یہ کہا کہ "اگر میں یہاں سے چلا جاؤں گا، بات ختم ہو جائے گی تو پھر ٹرپل ون بریگیڈ آجائے گی"۔ میں نے ان سے کہا کہ "کیا اس سے پہلے بھی اس قسم کے مسائل ٹرپل ون بریگیڈ نے حل کیے ہیں جو اَب کریں گے؟ کیا پہلے جو یونیورسٹیز کے سٹوڈنٹس نے پتا نہیں کیا کچھ کیا، انہوں نے

عمارتیں جلادیں، بسیں جلادیں اور امریکن ایمبیسی جلادی تھی، جس کے حکومت نے اکّیس (۲۱) کروڑ روپے دیے تھے، اس وقت توٹرپل ون بریگیڈ نہیں آئی! تو کیا یہاں کوئی خاص قسم کے سٹوڈنٹس ہیں جن کے ساتھ کوئی معاملہ ہے؟" انہوں نے کہا کہ بہرحال میں تو آپ سے ایک بات کہہ رہاہوں، جب میرے ہاتھ سے نکل جائے گی تو پھر انہی کے ہاتھ میں ہوگی، پھر وہ جس طریقے سے کریں۔ مقصد یہ ہے کہ ان کی طرف سے بھی پھر وہی فورس کی بات ہوئی۔ اب اس کے اندر ایک چیز جو ہوئی، یعنی میں اپنا جو تجزیہ کرتا ہوں، میں ایک چیز بالکل واضح کردوں کہ اس میں قطعاً، اس سے ممکن ہے کہ اس سے بعض حضرات تاثرلیں کہ میں کسی بزرگ کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں ان پہ کوئی شک ہے یا ان پہ کوئی الزام ہے، ایسی بات نہیں ہے؛ آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ بہت ساری میٹنگز ہوتی رہیں اور بہت ساری میٹنگز میں بہت کچھ کہا جاتا رہا، یعنی مولانا کے بارے میں بھی میرے بارے میں بھی، لیکن ہم خاموشی سے سنتے رہے ہیں اور ابھی بھی سن رہے ہیں اور ہم آگے بھی سنیں گے، ہم سے کسی نے بات کی تو ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، کیونکہ ہر ایک نے اپنا اپنا جواب دینا ہے، اصل حساب تو آگے ہوگا نا، یہاں تو کوئی حساب نہیں ہے، آگے حساب ہوگا۔ تو ایک چیز جو اس میں غلط ہوئی جو میں سمجھتا ہوں تجزیہ کرتے ہوئے کہ یہاں ہمارے کچھ حضرات نے اس مسئلے کو اتنا زیادہ ایشو بنایا، حکومت نے تو بنایا ہی، انہوں نے تو بنانا ہی تھا، ان سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے، لیکن ہمارے کچھ حضرات نے ایسا ایشو بنایا کہ اس مسئلے کو وفاق تک لے گئے، وفاق سے پھر آگے بزرگوں تک لے گئے، اس کے بعد بزرگوں کو یہاں تک لے آئے، پہلی مرتبہ جب تشریف لائے تھے۔

اس کے اندر جو میں سمجھتا ہوں، جو ٹیکنیکل غلطی ہوئی وہ یہ ہوئی کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کا کوئی مسئلہ ہو اور میں آپ کے پاس آؤں کسی ایشو پہ اور میں آپ سے کہوں کہ آپ مجھے ثالث مان لیں اور آپ مجھے جواب دے دیں کہ میں آپ کو ثالث نہیں مانتا تو شرعاً اخلاقاً قانوناً مجھے یہ حق

نہیں ہے کہ میں اس پہ ناراض بھی ہوں، مجھے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نہیں مان رہے، آپ کی مرضی ہے۔ لیکن یہاں ایسا ہوا کہ مولانا کے پاس آئے، کافی بحث کے بعد مولانا نے کہا کہ اس مسئلے میں مجھے چھوڑ دیجیے، آپ دعا کیجیے، اللہ تعالیٰ ان شاءاللہ بہتر کریں گے۔ غلطی یہ ہوئی کہ یہاں سے جب حضرات گئے، وہاں جا کر شیر پاؤ کے پاس ایک معاہدہ کر لیا۔ میرے خیال میں ٹیکنیکلی یہ معاہدہ ٹھیک نہیں تھا، اس لیے کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ ہمارے اوپر چھوڑ دیں اور مولانا نے کہا تھا کہ میں نہیں چھوڑتا، اب اس بحث میں میں نہیں پڑتا کہ یہ مولانا نے ٹھیک کیا کہ غلط کیا، لیکن مولانا نے یہ کہا کہ میں آپ کے اوپر نہیں چھوڑتا ہوں، تو ان کو چاہیے تھا کہ وہ وہاں جا کر یہی بات کہتے کہ اس مسئلے کو ابھی کر رہے ہیں، ابھی دیکھتے ہیں۔ لیکن وہاں جا کر ایک معاہدہ ہو گیا۔ یہاں سے بات خراب ہونا شروع ہوئی۔ یہ میں صرف تجزیے کے لیے بیان کر رہا ہوں۔ یہاں سے بات تھوڑی سی خراب ہو گئی کہ وہاں جا کے معاہدہ کر لیا گیا، وہ معاہدہ ٹیکنیکلی ٹھیک نہیں تھا۔ یعنی جب شرعاً اخلاقاً قانوناً کسی نے تسلیم ہی نہیں کیا، اور اس معاہدے میں ایک اور چیز آگئی، وہ یہ ہو گئی کہ جیسے میں نے عرض کیا کہ لائبریری۔ یعنی لائبریری کی بات تو پھر کی گئی، اس کے جائز ناجائز کی بات کی گئی لیکن باقی چیزوں کو چھوڑ دیا گیا۔ اتنی مساجد جو تھیں گری ہوئی، وہ ابھی تک گری ہوئی ہیں، ان کی بات نہیں آئی کہ ان کا کیا ہے۔ کم از کم اتنا ہو جاتا کہ وہ تعمیر کر دیں، اس کے بعد لائبریری خالی کر دی جائے۔ (یہ کہہ دیتے کہ) ہم سمجھتے ہیں کہ یہ طریقۂ کار غلط ہے اور اس دوران تمام مساجد تعمیر کر دی جائیں اور پھر یہ لائبریری دے دی جائے، ہم اس کو یوں سمجھتے ہیں۔ ایسی بات کر لیتے لیکن معاہدہ نہیں کرنا چاہیے تھا میرے خیال میں۔ آپ حضرات زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اس کے بعد پھر اس مسئلے کو اور زیادہ اچھالا گیا، یعنی اتنی زیادہ اس میں چیزیں کی گئیں مولانا عبدالعزیز صاحب کے بارے میں کہ مولانا عبدالعزیز صاحب نے امام مہدی کی بات کی ہے کہ میں امام مہدی ہوں اور اس کے علاوہ پتا نہیں کیا کیا چیزیں...... اور بڑی حیرت ہوتی رہی کہ یہ کوئی دوسرے کی زبان سے سنے تو شاید میرا خیال ہے کہ بات سمجھ میں آنے

والی ہے لیکن اپنوں کی طرف سے سن کے، چند ایک کی طرف سے سن کے بڑا عجیب لگتا ہے اور افسوس ہوتا ہے، اس پہ افسوس ہی کیا جاتا ہے، تو یہاں سے مسئلہ پھر اور یقیناً خراب ہی ہوتا گیا۔ مولانا عبدالعزیز صاحب نے بھی یقیناً اس کو محسوس کیا کہ میرے بارے میں کس طرح کی چیزیں کی جارہی ہیں۔ پھر اس کے بعد ایک عجیب بات اور بھی سننے میں آئی۔ ابھی پشاور کے چند علماء آئے تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ جی اسلام آباد کے حضرات ہمارے وہاں آئے تھے اور انہوں نے یہ کہا کہ مولانا عبدالعزیز صاحب امریکی سی آئی اے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے میں آپ کو ایک چیز اور بتا دوں کہ میرے پاس جو انٹیلی جنس کے لوگ آتے رہے، بڑے حضرات کہ جی آپ اس میں کچھ کریں، کچھ کردار ادا کریں، انہوں نے مجھے یہ کہا کہ ہمیں اس بات پہ بالکل پوری طرح یقین ہے کہ مولانا عبدالعزیز صاحب جو ہیں انہیں القاعدہ نے گرین سگنل دے دیا ہے کہ آپ پاکستان میں کام شروع کریں، ورنہ ایسے کیسے ممکن ہے کہ اتنے بہت سے علماء بھی کہہ رہے ہیں، سب کہہ رہے ہیں کہ یہ کام نہیں کرو اور مولانا عبدالعزیز صاحب پھر بھی اڑے ہوئے ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکومت کو گرانے کے لیے، مشرف کو گرانے کے لیے، چونکہ امریکہ اب اس کو چھوڑنا چاہتا ہے مشرف کو تو ایجنسیوں کی طرف سے یہ آیا کہ القاعدہ جو ہے وہ اس کو کر رہا ہے، تو علما کی طرف سے آیا کہ سی آئی اے کر رہا ہے، میں نے دونوں حضرات سے اس پر کوئی کمنٹس تو نہیں دیے لیکن جو فرداً فرداً آتے رہے میں نے کہا جی دونوں حضرات ایک بات بھول رہے ہیں، ان کے خیال میں طاقت جو ہے وہ یا القاعدہ کے پاس ہے یا سی آئی اے کے پاس؛ یعنی کسی کی بیک /back (پشت) پر اگر القاعدہ ہو تو وہ کھڑا ہو سکتا ہے تن تنہا یا سی آئی اے ہو، ان دونوں میں سے کوئی ہو تو؛ تو ایک چیز بھول رہے ہیں کہ ایمان کی طاقت پہ بھی تو کوئی کھڑا ہو سکتا ہے! کوئی دیوانہ کھڑا ہو گیا، ایمان کی طاقت سے کھڑا ہو گیا! یہ دونوں طرف بات اس طرح چلتی رہی۔ بہر حال اس کے بعد جو ہے وہ بزرگ حضرات دوبارہ تشریف لائے۔ اعجاز الحق صاحب نے سفر کیا۔ اعجاز الحق صاحب جب یہاں سے چلے گئے، اس کے بعد وہ

وہاں تشریف لے گئے، کراچی، کراچی میں میں نے ان سے درخواست کی کہ اعجاز الحق صاحب آپ چند دن کے لیے ٹھہر جائیں، یہاں پہ حالات ایسے بن جائیں تا کہ پھر آپ علما کو لے کر آئیں تا کہ بات کسی اچھی طرف چلی جائے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں میں نے ٹکٹ لے لیے ہیں۔ میں نے کہا کہ ٹکٹ واپس ہوسکتے ہیں، آپ ٹکٹ واپس کرلیں، جیسے ابھی لے لیے ہیں اور آپ نے صبح آنا ہے، اس وقت میری بات ہو رہی ہے اور انہوں نے صبح آنا ہے، میں نے کہا کہ آپ ابھی نہ آئیں تا کہ اس مسئلے کو تھوڑا سا ٹھنڈا کر کے اطمینان سے بیٹھنے کے بعد ہم کریں، لیکن اعجاز الحق صاحب نے میری یہ بات نہیں مانی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر بزرگ حضرات تشریف لائے اور پھر جب گئے تو انہوں نے ایک کمیٹی کا اعلان کر دیا۔ اب وہ کمیٹی نے ابھی تک تو کچھ نہیں کیا۔ اس کی وجہ ہمیں نہیں معلوم کہ کیا ہے، لیکن اتنی بات ہے کہ اس کمیٹی کی ایک میٹنگ ہو گئی ہے اور دوسری میٹنگ ایک ہفتے بعد رکھی گئی ہے۔ میں نے اس پر ڈی سی صاحب سے کہا اور جو حضرات آئے میں نے کہا کہ اس کی میٹنگ روزانہ کی بنیاد پر ہونی چاہیے، یہ ایمرجنسی مسئلہ ہے۔ مساجد گری ہوئی ہیں، مساجد جب تک تعمیر نہیں ہوتیں یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا اس لیے اگر آپ نے جو کمیٹی بنادی ہے اس کی روزانہ کی بنیاد پر میٹنگ کریں، یہ تو کوئی مذاق نہیں ہے کہ آپ نے ایک میٹنگ کرلی اور دوسری میٹنگ ایک ہفتے بعد رکھی ہے۔ لیکن اس کی میٹنگ میرے علم کے مطابق ابھی تک نہیں ہوئی۔ اسی طرح مسجد امیر حمزہؓ جو ہے اس کا صرف سنگ بنیاد ہی ابھی تک رکھا ہے اور اس کے بعد اس پر کچھ نہیں ہوا۔ کہہ رہے ہیں کہ آرکیٹیکٹ اس کا ڈیزائن کرے گا۔ ایک چھوٹے سے کمرے کی مسجد ہے یعنی کوئی ایسی مسجد نہیں ہے جس کے اندر بڑی کوئی تعمیر اور ایسی کوئی چیز انوالو/involve (دخیل) ہے اس میں، ایک چھوٹے سے کمرے جتنی مسجد ہے، اس کی تعمیر کرنی ہے، اس کے لیے سی ڈی اے کے اندر پورا آرکیٹیکٹ کا ڈیپارٹمنٹ موجود ہے، وہ اگر چاہیں تو چند گھنٹوں کے اندر ایک چھوٹی سی مسجد کا ڈیزائن بن سکتا ہے، بلکہ ان کے پاس ڈیزائن بنے ہوئے ہوں گے، ان کے پاس آل ریڈی (پہلے سے) بنے ہوئے ہوں گے اور وہ

چاہتے تو یہ کر سکتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ کرنا نہیں چاہتے اس لیے اس میں وہ لیت و لعل سے کام لے رہے ہیں۔

اس کے اندر ایک اور جو اہم بات وہ یہ کہ مولانا عبد العزیز صاحب کا جو ایک موقف رہا اسلامی نظام کے حوالے سے، پہلی بات تو یہ کہ مولانا عبد العزیز صاحب کوئی نئی بات نہیں کر رہے کہ آدمی کہے کہ کوئی بہت نئی چیز آئی ہے، بہت سارے دیگر حضرات بھی یہی بات کر رہے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ لیکن چلیں وہ ایک بات ایک آواز لگا رہے ہیں کہ ایک چیز کے لیے ابھی سفر کر لینا چاہیے، یہ موزوں ٹائم ہے، اس میں اختلافِ رائے ہو سکتا ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف ہو سکتا ہے، لیکن میں ایک چیز، جس پر بار بار زور دیتا رہا، اپنے بزرگوں سے بھی، انتظامیہ کے بھی جو لوگ آتے رہے کہ اللہ کے بندو! آپ کم از کم مساجد کے بارے میں کوئی ٹھوس چیز لے کے آجاؤ، کم از کم یہ سات مساجد تو کسی بھی طرح کھڑی ہونی چاہییں، چاہے لائبریری ہے نہیں ہے، لائبریری کو چھوڑتے ہیں نہیں چھوڑتے ہیں، اس پر تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ یہ سات مساجد، اللہ کے گھر، گرے ہوئے ہیں، ابھی بھی اس وقت بھی گرے ہوئے ہیں، ان کا تقدس پامال ہو رہا ہے، کم از کم اگر یہ کر کے لے آؤ تو میں سمجھتا ہوں کہ مسئلہ تقریباً پچاس فیصد سے زیادہ حل ہو جائے گا۔ لیکن بار بار جب بھی بات آئی کہ جی لائبریری کا قبضہ چھوڑ دیں۔ سب حضرات اس ایک ہی بات پہ زور دیتے رہے کہ آپ لائبریری کا قبضہ چھوڑ دیں اور ایک ایسی کیفیت بنائے رکھی کہ بس ختم ہو جائیں گے۔ ہمارے حضرات جتنے بھی ہیں سب نے، اصل میں جو پریشر تھا نا، یہ بالکل جیسے ۲۰۰۴ء میں میرے اوپر جب (الزام) لگا تھا، آپ حضرات کو یاد ہو گا، اس وقت بھی ایک مسئلہ ایسا ہی بنا تھا بہت شدید قسم کا، اس میں بھی اختلافِ رائے آیا تھا، بہت سارے ہمارے حضرات کا خیال تھا، مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ گرفتاری دے دیں، مجھے اس وقت بہت سارے حضرات نے کہا کہ آپ گرفتاری دے دیں باقی ہم جانیں اور کچھ بھی نہیں ہو گا ٹھیک ہو جائے گا یہ مسئلہ۔ میں نے کہا کہ جی میں سمجھتا ہوں کہ گرفتاری نہ دی جائے۔

یہ اختلاف تھا اور میں نے گرفتاری نہیں دی اور الحمدللہ اس کا اثر ہوا۔ ورنہ گرفتاری دے دیتا تو وہ کہتے کہ انہوں نے قبول کر لیا ہے اور ان کے کمپیوٹر سے ساری چیزیں نقشے بھی برآمد ہو گئے ہیں، ان کے لیے کون سا مشکل کام ہے، جھوٹ کا تو ان کے پاس ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے کہ حکومت جھوٹ بولنے میں تو بہت ماہر ہے۔ تو مجھے اس وقت بہت سارے حضرات یہ کہتے رہے کہ آپ گرفتاری دے دیں، میں نے نہیں دی، تو یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پہ کہ ناراضگی کی جائے، نہ اس وقت ناراضگی کرنی چاہیے تھی، لیکن الحمدللہ جب مسئلہ ٹھیک ہو گیا تو سب حضرات نے خوشی کا اظہار کیا کہ الحمدللہ مسئلہ کسی ٹھیک کنارے لگ گیا۔ اب اس کے اندر بھی اگر کوئی اختلافِ رائے ہے، مولانا کے ساتھ، تو اپنے اختلافِ رائے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے اوپر ایک بات کا بتنگڑ بناتے جائیں اور اس کے اندر چیزیں ایسی ایسی add (جمع) کرتے جائیں کہ جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ مولانا کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کہ جی اسلحہ آگیا ہے اور کئی نے یہ کہا کہ یہ اصل میں مولانا صاحب جو ہیں پاکستان کے سارے مدارس کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایجنسیوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں اور وہ اب تمام مدارس کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ الحمدللہ آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں، حضرت والد صاحب کی زندگی آپ کے سامنے ہے، ہماری زندگی آپ کے سامنے ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ مواقع نہیں آئے کہ جب ہم بِک سکتے تھے اور بڑی اچھی قیمت لگ سکتی تھی، بہت کچھ مل سکتا تھا، اتنا کچھ مل سکتا تھا جو کسی کو بھی نہیں مل سکتا، یعنی ایسے مواقع آئے لیکن الحمدللہ، اللہ کے فضل سے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک کاز/cause (مقصد) کے لیے کام کر رہے ہیں، حضرت والد صاحب کی شہادت کے بعد آپ کو پتا ہے کہ میں جو ایک دوسری طرف تھا، اسی طرف لگ گیا، اس وقت سے اب تک میری زندگی بھی آپ کے سامنے ہے، مولانا کی زندگی تو تعلیمی دور سے لے کر ساری ہی آپ کے سامنے ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ بلاوجہ کسی کے بارے میں اس طرح کی رائے اور ایسی چیز دینا اور پھر میٹنگز کے اندر برملا اس چیز کا کہنا، میرا خیال ہے کہ ہمارے شایانِ شان نہیں ہے۔ ہمارے حضرات جو ہیں، ہم مطلب

ہے کہ باہر درس گاہ سے نکلیں اور جوتیاں سیدھی ہمیں ملیں......ہمارا ایک مزاج بن گیا ہے کہ ہم دھکا نہیں کھانا چاہتے، ہم یہ نہیں چاہتے، (کہ) ٹینشن ہو، تو میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اس طرح ٹھنڈی ٹھنڈی دین کی خدمت کروانی ہوتی......تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی خدمت کروالی ہوتی اور صحابہ کرام سے ایسی ٹھنڈی ٹھنڈی خدمت کروالی ہوتی، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام کو ایسے مراحل سے گزارا کہ جن کے اندر مشکلات بھی ہیں، جس کے اندر ٹینشن بھی ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹینشن نہیں ہوتی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو روتے کیوں تھے؟ مسائل کی وجہ سے، حالات کی وجہ سے کہ یہ کیسے ہوگا؟ کیسے ہم کریں گے؟ جہاد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو خون مبارک بھی بہا، دانت مبارک شہید ہوئے؛ ہم میں سے کتنوں کو ابھی پتھر لگے ہیں؟ ہم پتھر کھانے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ دھکا بھی نہ پڑے۔ کوئی ہمیں اوئے بھی نہ کہے...... ہمیں کوئی اوئے بھی نہ کہے اور ہماری ایک ریسپیکٹ/respect (احترام) ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مجنوں بھی کہا گیا، کیا کچھ کہا گیا نعوذ باللہ، لیکن ہماری ایک نفسیات بن گئی ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم ایک روٹین میں جو لائف (زندگی) ہے ناں ہماری...... یہ تو ایک عام آدمی کی سوچ ہے، عام دکان دار کی سوچ ہے، ملازمت کرنے والے جو لوگ ہیں، عام آدمی، یہ تو اس کی سوچ ہے کہ میری روٹین ڈسٹرب نہ ہو، میں اپنی روٹین میں رہوں۔ ہمیں تو میرا خیال ہے کہ ہر طرح کے اس (قربانی) کے لیے تیار رہنا چاہیے، ٹینشن کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے، ساری چیزوں کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے اور ہمیں اتنی جلدی سرنڈر (surrender) نہیں کر دینا چاہیے۔ یہ میں تھوڑا سا صرف مثال کے لیے عرض کروں گا کہ اس دوران میں کہ یہ بات چل رہی تھی۔ ایک ہفتہ ہوا تھا میرا خیال ہے، ایک ہفتے بعد میری کچھ حضرات کے ساتھ میٹنگ تھی میں نے ان سے کہا کہ آپ جائیں ایک مسوّدہ ان سے لے کر آئیں کہ وہ کیا دے سکتے ہیں ہمیں۔ وہ حضرات گئے، وہاں سے واپس آئے اور میں نے ان سے کہا تھا کہ دستخط نہیں کرنے۔ وہ دستخط کر کے آگئے۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت! دستخط کیوں کیے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ چند گھنٹوں کی بات ہے بس۔ اگر آپ ویسے چلے گئے تو یہاں کچھ ہو جائے گا۔ یعنی اتنی ٹینشن دے دی۔ تو میں نے کہا کہ چند گھنٹوں کی بات ہے تو ان سے کہہ دیں کہ کر لیں پھر۔ اس لیے کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے، یہ اتنا آسان نہیں ہے اس طریقے سے یہاں پہ کر لینا، دار الحکومت کے اندر اور پھر جو یہاں پہ صورتِ حال بنی وہ آپ حضرات کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم کیا، دعائیں ہیں آپ حضرات کی اور ہمارے سب کی یعنی کاوشیں ہیں، اس لیے ہمیں اتنی جلدی بیک (پیچھے) نہیں ہو جانا چاہیے، گھبرانا نہیں چاہیے۔ وقت آتا ہے، اوپر نیچے کبھی چیزیں ہوتی رہتی ہیں، اس میں ہمیں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور دوسرا یہ کہ اعتماد کرنا چاہیے۔ اتنی جلدی ہم ایجنسیوں کا بنا دیتے ہیں ناں کہ...... اور سچی بات یہ ہے کہ مولوی سب سے پہلے ایجنسی کا بناتے ہیں۔ کسی کے بارے میں کچھ نہیں ہے ناں تو کہتے ہیں کہ وہ ایجنسی کا ہے۔ یہ عجیب بات ہے اللہ کے بندو! یہ کوئی مذاق ہے؟ کوئی کہتا ہے کہ اس کے لیے کام کر رہے ہیں کوئی اس کے لیے، کوئی کہتا ہے کہ جی مشرف کو مضبوط کرنے کے لیے وہ ایجنسیاں، یہ بھی آئی بات کہ وہ ایجنسیاں جو مشرف کو مضبوط کرنا چاہتی ہیں وہ مولانا صاحب کو استعمال کر رہی ہیں تاکہ یہ حالات بنیں اور مشرف دنیا کو، امریکہ کو یہ دکھا سکے کہ دیکھو یہ یہاں پہ بھی fundamentalists موجود ہیں، یہ اس طرح کے مدارس ہیں مجھے مشکل میں ڈال رہے ہیں، تم مجھے سپورٹ کرو، میری مدد کرو ورنہ تو ابھی اٹھنے والے ہیں یہ لوگ۔ یعنی اب یہ ایک تیسری بات۔ یعنی ایک القاعدہ، ایک سی آئی اے اور ایک یہ۔ تو اس طرح یعنی یہ کوئی مذاق نہیں ہے کہ اس کو اس طرح کا مذاق بنا دیا جائے۔ ہمیں بڑا سوچ سمجھ کے، ایک تو یہ کہ ہمیں سسٹم کو سمجھنا چاہیے کہ سسٹم کیا ہے، سسٹم کیسے کام کرتا ہے۔ ہم نے سمجھا ہوا ہے کہ یہ سسٹم بس ایسے ہی چل رہا ہے۔ یہ سسٹم ہے باقاعدہ ایک چیز چل رہی ہے اور اس کے اندر ایک ترتیب ہے، ایسے ہی کوئی ایجنسیوں کا اگر ہونے لگے تو

سارے کے سارے جو ہیں وہ ایجنسیوں کے ہیں، ہم تو ایک ایجنسی کے ہیں وہ اللہ کی ایجنسی جو ہے ناں اس کے ہیں ہم سارے کے سارے۔ تو یہ چند باتیں تھیں......

وصیت نامہ علامہ عبدالرشید غازی شہید

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

ممکن ہے ان سطور کی اشاعت تک ہم محصورینِ لال مسجد شہادت کا اعلیٰ رتبہ پاچکے ہوں۔ ۱۵ ہزار کے قریب سکیورٹی اہلکار، نیم فوجی دستے، ٹینکوں کا لاؤ لشکر [۶۰] نہتے اور معصوم طلبہ و طالبات کو روندتے ہوئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کو فتح کرچکے ہوں گے۔ اگرچہ اس وقت لال مسجد کربلا کا منظر پیش کر رہی ہے۔ شہدا کی بکھری ہوئی نعشیں، زخمیوں کی آہ و بکا، مسجد و مینار اور چار دیواری زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ چھ لاکھ انسانوں کی قربانی [۶۱] جس مطالبے پر دی گئی، اسے دہرانے کی سزا ہے۔ تاہم اس سارے منظر نامے میں خطیبِ لال مسجد و بانی تحریکِ طلبہ و طالبات مولانا عبدالعزیز کی غیر متوقع گرفتاری اور بعد ازاں ان کا ٹی وی انٹرویو اسلام پسند عوام کے لیے یقیناً مایوسی کا سبب بنا۔ عام لوگ جو اصل صورتِ حال سے واقف نہیں، ان کا خیال ہے اور میڈیا بھی حقیقت جانے بغیر یہ باور کرانے میں مصروف ہے کہ مولانا عبدالعزیز نے موت کے خوف سے فرار کا راستہ اختیار کیا اور اپنے رفقاء و طلبہ و طالبات کو تنہا چھوڑ کر نکل پڑے۔ تجزیاتی صلاحیت سے بے بہرہ لوگ اس پہلو پر غور نہیں کرتے کہ اگر واقعی مولانا عبدالعزیز موت سے خوف زدہ ہو کر زندگی کی طرف بھاگتے تو پھر اپنے بیٹے، بیٹی، ماں اور بیوی کو کیوں چھوڑ گئے، پھر میں ان کا چھوٹا بھائی اور ان کے دیگر ساتھی اور رہ جانے والے طلبہ و طالبات سرینڈر کا

[۶۰] غازی صاحب نے وصیت میں جو تعداد نقل کی ہے وہ اس وقت کی معلومات کے مطابق ہے، لیکن دیگر ذرائع بشمول 'آزاد دائرۃ المعارف وکی پیڈیا (انگریزی)' کے مطابق یہ تعداد کہیں زیادہ تھی۔ ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) فوج و رینجرز کی نفری تعینات کی گئی اور ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) سپیشل سروسز گروپ کے کمانڈوز نے لال مسجد کو گھیر رکھا تھا۔ نیم عسکری ادارے اور پولیس کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔

[۶۱] قیامِ پاکستان کی طرف اشارہ ہے۔

راستہ کیوں اختیار نہیں کرتے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مخالفین کو سمجھانے کی بجائے ہمدرد لوگوں کے ٹوٹے ہوئے دِلوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ مولانا عبد العزیز گہری سازش کا شکار ہوئے۔ اگرچہ فی الوقت ان کی گرفتاری پر اَسرار کا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ پردہ اٹھ جائے گا اور حقائق سامنے آئیں گے۔ ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولانا عبد العزیز راہِ جہاد کے مسافر اور شوقِ شہادت سے سرشار ہیں۔ ان کے خلاف صرف ایک ہی بات کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے کڑے وقت میں بعض غلط لوگوں پر اعتماد کیا جو کہ ان کی غلطی تھی جس کی سزا بہرحال بھگتنا ہو گی۔ سچ اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبد العزیز نہ موت سے گھبرائے اور نہ ہی راہِ فرار اختیار کی بلکہ وہ وصیت لکھ کر غسل کر کے شہادت کے منتظر تھے کہ دیگر لوگوں کی جانیں بچانے کے لیے امید کی کرن سارے فسانے کا باعث بنی۔ بہرحال حقیقت ثابت اور واضح کرنا وقت کا کام ہے اور وہ ایسا ہی کرے گا۔

میں صرف اتنا کہوں گا کہ مولانا عبد العزیز اور ان کے جاں نثار ساتھیوں نے تحریک صرف اللہ کی رضا اور شریعت کے نفاذ کے لیے شروع کی۔ حدود اللہ میں ترمیم، مساجد کی شہادت، فحاشی و عریانی کا فروغ، اسلامی عقائد کی نفس پسند تشریحات، جہاد کا نام لینے پر فوج کشی، مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کے بھیڑ بکریوں کی طرح کفار کے حوالے کرنا، سیکولرازم کے فروغ کے اقدامات قابلِ برداشت نہیں جس کی وجہ سے نفاذِ اسلام کی تحریک چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آپریشن کے دوران جامعہ حفصہ میں کسی طالبہ یا طالبِ علم کو زبردستی نہیں روکا گیا۔ میں یہاں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس ملک میں اسلام کا نظامِ عدل چاہتے ہیں، ہم عدالتوں میں شرعی قوانین کے نفاذ کے خواہاں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں غریب عوام کو انصاف ملے۔ رشوت، ظلم، فحاشی، اقربا پروری کا نظام ختم ہو۔ ان سب مسائل کے حل کے لیے اسلامی نظام کا عملی نفاذ واحد ذریعہ ہے اور آئینِ پاکستان کا تقاضا بھی ہے۔ ہم نے دنیاوی فوائد کو مسترد کر

کے، راستے کی تلخیوں کو پہچانتے ہوئے، شعوری طور پہ آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر ترجیح دی ہے۔

ریاست کی رِٹ کی برتری کی بات کرنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رِٹ کو قدم قدم پر پامال کیوں کیا؟ جن لوگوں نے گزشتہ پانچ دنوں میں قرآن اور حدیث کا علم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو گولیوں سے چھلنی کیا وہ یقیناً ظالم ہیں۔ اس موقع پر میڈیا کے چند چینلز نے بھی جانب داری کا مظاہرہ کیا، ہم اس مسئلے کو بھی اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ میں آخر میں وصیت کے طور پہ اسلام پسند عوام، تحریک سے وابستہ لوگ، طلبہ و طالبات، ان کے لواحقین اور ذرائع ابلاغ کے سامنے اپنی بات دہراؤں گا کہ ہماری تحریک نیک مقاصد کے لیے شروع کی گئی ہے۔ ہم اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے پر قائم ہیں۔ ہم اس بات پر مطمئن ہیں کہ ہم نے ایثار و قربانی اور وفا کی راہ کا انتخاب کیا۔ ہم نفاذِ اسلام کے مطالبہ پر جان دینا سعادت سمجھتے ہیں۔ کسی کو تو نفاذِ اسلام کے لیے آگے بڑھ کر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔ ہمیں اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ ہمارا لہو انقلاب کی نوید بنے گا۔ دنیا والوں نے ہمیں کبھی ایجنسی کا کارندہ کہا...... کبھی پاگل...... آج بارود کی بارش ثابت کر رہی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں۔ بے شک اہلِ حق پر مصائب آنا حقیقت ہے، اگر ہمارے امیر حضرت حسینؓ بے بسی میں شہید ہوئے تو ہم بھی اُسی قافلے کے راہرو ہیں۔ اسلامی انقلاب اس ملک کا مقدر بنے گا، ان شاء اللہ۔

؏ چمن میں آئے گی فصلِ بہاراں ہم نہیں ہوں گے!"

مصادر و مراجع

۱. علمائے دیو بند کے آخری لمحات از مولانا ابو محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

۲. ہم پر کیا گزری؟ از محترمہ امِ حسان صاحبہ

۳. ایکسپریس ٹی وی، ویڈیو نیوز رپورٹ از احمد منصور، نشر شدہ بتاریخ ۱۵ مئی ۲۰۰۸ء

۴. Al Jazeera English's programme "Witness", with Rageh Umaar [نشر شدہ گیارہ (۱۱) اگست ۲۰۰۷ء]

۵. 'Live with Talat'، طلعت حسین کے ساتھ (آج ٹی وی)

۶. الجزیرہ عربی، ویڈیو نیوز رپورٹ [الجزیرہ کی آرکائیو (Archive) سے حاصل کردہ، بتاریخ ۶ جون ۲۰۰۴ء]

۷. جیو نیوز، ویڈیو نیوز رپورٹ (بتاریخ ۷ اپریل ۲۰۰۷ء)

۸. 'میرے مطابق' ڈاکٹر شاہد مسعود کے ساتھ، جیو نیوز (۲، اپریل ۲۰۰۷ء)

۹. ٹاکرا، ٹی وی پروگرام خوشنود علی خان، (۴، اپریل ۲۰۰۷ء)

۱۰. ٹی وی پروگرام 'دی پلس (The Pulse) ود جیشمین منظور'

۱۱. علما میں بیان، ۲۴ فروری ۲۰۰۷ء، غازی عبد الرشید کی صوتی ریکارڈنگ

۱۲. آزاد دائرۃ المعارف وکی پیڈیا (انگریزی)

۱۳. صحافی 'نصر اللہ ملک' کی صوتی رپورٹ

۱۴. 'امامِ بر حق' ادارہ السحاب اردو کی دستاویزی فلم

۱۵. خبر رساں ایجنسی 'آن لائن'

۱۶. روزنامہ پاکستان ٹائمز

۱۷. صوتی بیان از شیخ اسامہ بن لادن 'حی علی الجہاد'، نشر کردہ ادارہ السّحاب، ستمبر ۲۰۰۷ء

۱۸. بصری بیان از شیخ ابو یحییٰ اللیبی 'شہدا کے قافلہ سالار'، نشر کردہ ادارہ السّحاب، ۲۰۰۷ء

۱۹. 'استاد المجاہدین استاد یاسر کے ساتھ ادارۂ حطین کی گفتگو'، ناشر ادارۂ حطین، شعبان ۱۴۳۰ھ
۲۰. Speeches by Malcolm X (YouTube)
۲۱. 'آپریشن سن رائز' دستاویزی فلم از علم ٹی وی
۲۲. ماہنامہ بیّنات (کراچی)، اگست ۲۰۰۷ء
۲۳. ماہنامہ الحق (اکوڑہ خٹک)، اگست ۲۰۰۷ء
۲۴. 'غازی کے قلم سے'، اشراف بن کشمیر
۲۵. مجلہ 'نوائے افغان جہاد' کے متفرق شمارے

وانا فتویٰ پر دستخط کرنے والے علماء

(۱) مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، شیخ الحدیث جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۲) مولانا ظہور الحق صاحب، مدیر دار العلوم معارف القرآن، مدنی مسجد، حسن ابدال۔

(۳) مولانا عبد السلام صاحب، شیخ الحدیث اشاعت القرآن، حضرو، اٹک۔

(۴) قاری چمن محمد، مدرس اشاعت القرآن، حضرو۔

(۵) مفتی سیف اللہ حقانی صاحب، رئیس دار الافتاء، دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ۔

(۶) مولانا عبد الرحیم صاحب، خطیب جامع مسجد ۳۳، جنوبی سرگودھا۔

(۷) فتح محمد صاحب، مدیر جامعہ صدیقیہ، واہ کینٹ۔

(۸) مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر صاحبؒ، مہتمم جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۹) مفتی حمید اللہ جانؒ صاحب، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

(۱۰) مفتی شیر محمد صاحب۔

(۱۱) مفتی زکریا صاحب، دار الافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

(۱۲) مولانا محمد اسحاق صاحب، مہتمم مدرسہ تدریس القرآن و خطیب مرکزی جامع لالہ رخ، واہ کینٹ۔

(۱۳)مولانا عبد القیوم حقانی صاحب، مہتمم جامعہ ابو ہریرۃؓ زڑہ میانہ، نوشہرہ۔

(۱۴)مفتی حبیب اللہ صاحب۔ دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی۔

(۱۵)مولانا محمد صدیق صاحب، مہتمم جامعہ تعلیم القرآن مدنی مسجد، لائق علی چوک، واہ کینٹ

(۱۶)مولانا عبد المعبود صاحب، جامع مسجد پھولوں والی، رحمن پورہ، راولپنڈی۔

(۱۷)قاری سعید الرحمٰن صاحب، مدیر جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی۔

(۱۸)قاضی عبد الرشید صاحب، مہتمم دارالعلوم جامعہ فاروقیہ، دھمیال کیمپ، راولپنڈی۔

(۱۹)مولانا محمد صدیق اخونزادہ صاحب۔

(۲۰)مفتی ریاض احمد صاحب، دارالافتاء دارالعلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی

(۲۱)مولانا محمد عبد الکریم صاحب، مدیر جامعہ قاسمیہ، ایف سیون فور، اسلام آباد۔

(۲۲)مفتی محمد اسماعیل طوروصاحب، دارالافتاء جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی۔

(۲۳)مولانا محمد شریف ہزاروی صاحب، خطیب جامع مسجد دارالاسلام، جی سکس ٹو، اسلام آباد

(۲۴)مولانا فیض الرحمٰن عثمانی صاحب، رئیس ادارۂ علوم اسلامیہ، سترہ میل، بہارہ کہو، اسلام آباد

(۲۵)مولانا عبد اللہ حقانی صاحب، شیخ الحدیث مدرسہ و جامعہ خدیجۃ الکبریٰؓ، اسلام آباد۔

(۲۶)مولانا محمود الحسن طیب صاحب، مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

(۲۷)مولانا محمد بشیر سیالکوٹیؒ صاحب، مدیر معہد اللغۃ العربیۃ و مدیر بیت العلم، اسلام آباد

(۲۸)مولانا وحید قاسمی صاحب، جنرل سیکرٹری عالمی مجلس ختم نبوت و مدیر مدرسہ فاروقیہ، اسلام آباد

(۲۹)مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ، شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ۔

(۳۰)مولانا مفتی پیر سیّد مختار الدین شاہ صاحب، کربوغہ شریف، خلیفۂ مجاز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ۔

(۳۱)مولانا فضل محمد صاحب، استاد الحدیث جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۳۲)مولانا سعید اللہ شاہ صاحب۔ استاد الحدیث۔

(۳۳)مولانا سبحانُ اللہ صاحب، مفتی جامعہ امداد العلوم، صدر، پشاور۔

(۳۴)مولانا محمد قاسم ابن مولانا محمد امیر بجلی گھر، پشاور۔

(۳۵)مفتی غلام الرحمٰن صاحب، رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ، صدر، پشاور۔

(۳۶)مولانا مفتی سید قمر صاحب، دارالافتاء دارالعلوم سرحد، دارالعلوم آسیا گیٹ، پشاور۔

(۳۷)مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ، شاھو وام، ہنگو۔

(۳۸)مولانا شیخ الحدیث محمد عبداللہ صاحب۔

(۳۹)مفتی دین اظہر صاحب۔

(۴۰)مولانا مفتی عبدالحمید دین پوری۔

(۴۱)مفتی ابوبکر سعید الرحمن صاحب۔

(۴۲)مفتی محمد شفیق عارف صاحب۔

(۴۳)مفتی انعام الحق صاحب۔

(۴۴)مفتی عبدالقادر، جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۴۵)مولانا سید سلیمان بنوری صاحب، نائب مہتمم جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۴۶)مفتی جمال احمد صاحب، دارالعلوم فیصل آباد۔

(۴۷)مولانا محمد زاہد صاحب، جامعہ امدادیہ، فیصل آباد۔

(۴۸)پیر سیف اللہ خالد صاحب، مدیر جامعہ المنظور الاسلامیہ، لاہور۔

(۴۹)مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، مفتی جامعہ المنظور الاسلامیہ، لاہور۔

(۵۰)مولانا احمد علی صاحب مدرسہ الحسنین، گرین ایریا، فیصل آباد۔

(۵۱)مفتی محمد عیسیٰ صاحب، دار العلوم اسلامیہ، کامران بلاک، لاہور۔

(۵۲)مولانا رشید احمد علوی صاحب، مدیر دارالعلوم اسلامیہ۔

(۵۳)قاضی حمید اللہ صاحب، مرکزی جامع مسجد شیر اں والا باغ، گوجرانوالہ۔

(۵۴)مولانا فخر الدین صاحب، جامعہ اشرف العلوم، گوجرانوالہ۔

(۵۵)مفتی عبدالدیان صاحب، مفتی مرکزی جامع مسجد، اسلام آباد۔

(۵۶)مفتی محمد فاروق صاحب، رئیس دارالافتاء جامعہ فریدیہ، اسلام آباد۔

(۵۷)مولانا محمد عبدالعزیز صاحب، خطیب مرکزی جامع مسجد، اسلام آباد۔

(۵۸)مفتی سیف الدین صاحب، جامعہ محمدیہ، ایف سکس فور، اسلام آباد۔

تمّت بالخیر بتوفیق اللہ تعالیٰ

☆☆☆☆☆

اہلِ دین کے نام!

”ہمارا ایک مزاج بن گیا ہے کہ ہم دھکا نہیں کھانا چاہتے، ہم یہ نہیں چاہتے، (کہ) ٹینشن ہو، تو میں کہا کرتا ہوں کہ اگر (اللہ تعالیٰ نے) اس طرح ٹھنڈی ٹھنڈی دین کی خدمت کروانی ہوتی......تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی خدمت کروالی ہوتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسی ٹھنڈی ٹھنڈی خدمت کروالی ہوتی۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام کو ایسے مراحل سے گزارا کہ جن کے اندر مشکلات بھی ہیں، جس کے اندر ٹینشن بھی ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹینشن نہیں ہوتی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو روتے کیوں تھے؟ مسائل کی وجہ سے، حالات کی وجہ سے کہ یہ کیسے ہوگا؟ کیسے ہم کریں گے؟ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) جہاد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو خون مبارک بھی بہا، دانت مبارک شہید ہوئے، ہم میں سے کتنوں کو ابھی پتھر (بھی) لگے ہیں؟ ہم پتھر کھانے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ دھکا بھی نہ پڑے۔ کوئی ہمیں اوئے بھی نہ کہے......ہمیں کوئی اوئے بھی نہ کہے اور ہماری ایک ریسپیکٹ (respect/احترام) ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مجنوں بھی کہا گیا، کیا کچھ کہا گیا نعوذ باللہ، لیکن ہماری ایک نفسیات بن گئی ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم ایک روٹین میں جو لائف (زندگی) ہے ناں ہماری (وہ خراب نہ ہو)...... یہ تو ایک عام آدمی کی سوچ ہے، عام دکان دار کی سوچ ہے، ملازمت کرنے والے جو لوگ ہیں، عام آدمی، یہ تو اس کی سوچ ہے کہ میری روٹین ڈسٹرب نہ ہو، میں اپنی روٹین میں رہوں۔ ہمیں تو میرا خیال ہے کہ ہر طرح کے اس (قربانی) کے لیے تیار رہنا چاہیے، ٹینشن کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے، ساری چیزوں کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیے اور ہمیں اتنی جلدی سرنڈر (surrender) نہیں کر دینا چاہیے۔“

مولانا عبدالرشید غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ